AHMADIYYA
MUSLIM COMMUNITY
United States of America

*Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian*

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
القران الحکیم ۲:۲۵۸

النور

وفا۔ظہور ۱۳۹۶ھش
جولائی۔اگست ۲۰۱۷ء

جماعت احمدیہ امریکہ کی ۲۰۱۷ء کی مجلسِ شوریٰ کے چند مناظر

Scenes from 2017 National Shura of the Ahmadiyya Muslim Community, USA

First Career Planning Convention: Waqfe Nau Boys 16+

What would you like to learn from this convention? How can we make this 24-hour session most valuable to you?

Send your thoughts to Rizwan Alladin.

RALLADIN@ALUM.MIT.EDU • 516-302-6604

CONVENTION BEGINS **4 PM** ON SUNDAY, **JULY 16**

+ ENDS **4 PM** ON MONDAY, **JULY 17**

AT THE **HADEE MOSQUE**:

245 DIVISION STREET, HARRISBURG, PA 177110

The convention will be held immediately after Jalsa Salana USA, 2017. Please plan your travels accordingly. For more information, visit the Waqfe Nau stall during Jalsa. Register online soon!

- Hafiz Samiullah Chaudhary,
National Secretary Waqfe Nau USA

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ البقرہ ۲۵۸

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

النُّور

ریاستہائے متحدہ امریکہ Al-Nur

جلد ۳۹ وفا۔ ظہور ۱۳۹۶ ہش ـــ جولائی۔ اگست ۲۰۱۷ ـــ شوال۔ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ ہجری شمارہ ۸،۷

اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡیَۃً ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ۝

(سورۃ الاعراف:۵۶)

اپنے ربّ کو عاجزی کے ساتھ اور مخفی طور پر پکارتے رہو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَ ادۡعُوۡہُ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ؕ

(سورۃ الاعراف:۵۷)

اور اُسے خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے رہو۔

وَ لِلّٰہِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡہُ بِہَا ۪

(سورۃ الاعراف:۱۸۱)

اور اللہ ہی کے سب خوبصورت نام ہیں۔ پس اُسے ان (ناموں) سے پکارا کرو۔

(700 حکمِ خداوندی صفحہ 80)

لکھنے کا پتہ:

Al-Nur@ahmadiyya.us

Editor Al-Nur, 15000 Good Hope Road Silver Spring, MD 20905

فہرست

Al-Nur

قرآن کریم

الٰہی ہمیں دنیا میں بھی عزت بخش اور آخرت میں بھی ہمارے مقام کو بلند کر

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(سورۃ البقرۃ: ۲۰۲)

اور اُنہی میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی حَسَنہ عطا کر
اور آخرت میں بھی حَسَنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

یعنی الٰہی ہمیں دنیا میں بھی عزت بخش اور آخرت میں بھی ہمارے مقام کو بلند کر۔ اگر ہمیں دنیا ملے تو ہم اُسے اپنی ذات کے لئے استعمال کریں اور تیری رضا اور خوشنودی کے لئے اُسے صرف کریں۔ اگر ایسا ہو تو پھر انسان کو دنیا میں بھی عزت ملتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور بھی اس کا مرتبہ بڑھتا ہے۔ یہ دُعا جو اسلام نے ہمیں سکھائی ہے بظاہر بہت چھوٹی سی دعا ہے لیکن ہر قسم کی انسانی ضرورتوں پر حاوی ہے۔ انسان کہتا ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً اے ہمارے رب ہم کو اس دنیا میں حسنہ دے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حسنہ کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے یہ درست نہیں۔ حسنات کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے تھا جس کے معنے بہت سی نیکیوں کے ہیں مگر یہ اعتراض عربی زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر یہاں حسنات کا لفظ ہوتا تو اس کے معنے یہ ہوتے کہ ہمیں کچھ اچھی چیزیں ملیں۔ لیکن حسنہ کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں جو کچھ بھی ملے خیر ہی ملے۔ پس رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً کے یہ معنے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! دنیا میں ہم کو جو کچھ دے حسنہ دے۔ روٹی دے تو حلال ہو، طیّب ہو، پچنے والی ہو۔ کپڑا دے تو حلال دے، طیّب دے۔ ضرورت کے مطابق دے۔ ننگ ڈھانکنے والا دے۔ پسندیدہ دے۔ بیوی دے تو ایسی دے جو ہمدرد ہو۔ ہم خیال ہو۔ دیندار ہو محبت کرنے والی ہو۔ نیکی میں تعاون کرنے والی ہو۔ بچے پیدا کرنے والی ہو۔ ان بچوں کی نیک تربیت کرنے والی ہو۔ مکان دے تو مبارک ہو۔ وہ بیماریوں والا گھر نہ ہو۔ سل، دق اور ٹائیفائیڈ کے جراثیم اُس میں نہ ہوں۔ کوئی چیز ایسی نہ ہو جو صحت پر بُرا اثر کرنے والی ہو۔ کوئی ہمسایہ ایسا نہ ہو جو دکھ دینے والا ہو۔ وہ ایسے محلہ میں نہ ہو جہاں کے رہنے والے بُرے ہوں۔ وہ ایسے شہر میں نہ ہو جسے تو میرے لئے اچھا نہ سمجھتا ہو۔ ہمیں حاکم دے تو ایسے دے جو رحمدل ہوں۔ تقویٰ سے کام لینے والے ہوں۔ انصاف سے کام لینے والے ہوں۔ ماتحتوں سے محبت کرنے والے ہوں۔ ہمیں اُستاد دے تو ایسے دے جو علم رکھنے والے اور اچھا پڑھانے والے ہوں۔ وہ شوق سے پڑھائیں وہ ظالم نہ ہوں۔ خرابیاں پیدا کرنے والے اور دوسروں کو ورغلانے والے نہ ہوں۔ دوست دے تو ایسے جو خیر خواہ ہوں۔ محبت کرنے والے ہوں۔ مصیبت میں کام آنے والے ہوں۔ خوشی میں شریک ہونے والے ہوں۔ دکھوں میں ہاتھ بٹانے والے ہوں۔ غرض رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً اے ہمارے ربّ! دنیا میں ہم کو وہ چیز دے جو حسنہ ہو۔ پس یہاں حسنات کی بجائے حسنہ کا لفظ رکھ کر اُس کے مفہوم کو خدا تعالےٰ نے وسیع کر دیا ہے۔ اور جب مومن یہ دُعا کرتا ہے تو دوسرے الفاظ میں وہ یہ کہتا ہے کہ خدایا مجھے ہر وہ چیز دے جو میری ضرورت کے مطابق ہو اور پھر وہ چیز ایسی ہو جو نہایت اچھی ہو مگر اچھی چیز کے لئے اور الفاظ بھی استعمال ہو سکتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے وہ الفاظ استعمال نہیں کئے بلکہ حَسَنَہ کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے یہ لفظ بظاہر ظاہری اور باطنی دونوں خوبیوں پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۴۵)

احادیث مبارکہ

یتیم سے حسن سلوک

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:

خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْہِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْہِ۔

(ابن ماجہ ابواب الادب۔باب حق الیتیم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سے سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَیْنَھُمَا۔

(بخاری باب فضل من یعول یتیمًا)

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ میں اور یتیم کی دیکھ بھال میں لگا رہنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ آپؐ نے وضاحت کی غرض سے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر دکھایا کہ اس طرح۔

نئی بستی میں داخل ہونے کی دعا

حضرت صہیبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کسی شہر میں داخل ہونے سے پہلے یہ دُعا ضرور پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْاَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَمِنْ شَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَافِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحَ اَھْلِھَا اِلَیْنَا۔

(مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۶۱۴۔ معجم الاوسط طبرانی جلد ۵ ص ۳۷۹)

اے اللہ! سات آسمانوں اور جس پر ان کا سایہ ہے اُن کے ربّ! سات زمینوں اور جو کچھ انہوں نے اٹھار کھا ہے اُن کے ربّ! اے شیطانوں اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے اُن سب کے ربّ! اے ہواؤں اور جو کچھ وہ اڑاتی ہیں اُن کے ربّ! ہم تجھ سے اس بستی اور اس کے رہنے والوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر اور بھلائی کی دُعا کرتے ہیں اور ہم اس بستی اور اس کے باشندوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شرّ سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے لئے اس بستی میں برکت رکھ دے۔ اے اللہ! ہمیں اس بستی میں برکت بخش۔ اے اللہ! ہمارے لئے اس بستی میں برکت کے سامان مہیا کر دے۔ اے اللہ! ہمیں اس کے پھلوں سے رزق دے اور اس کے باشندوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال اور اس بستی کے نیک بندوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دے۔

ارشادات عالیہ

فتاویٰ امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مکانات وجواہرات پر زکوٰۃ

خط سے سوال پیش ہوا کہ مکان میں میرا پانچ سو روپیہ کا حصہ ہے اس حصہ میں مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا:

”جواہرات و مکانات پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔“ (الحکم نمبر ۷ جلد ۱۱ مؤرخہ ۲۴؍ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۳)

مکان اور تجارتی مال پر زکوٰۃ

ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ:

”مکان خواہ کتنے ہزار روپیہ کا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں اگر کرایہ پر چلتا ہو تو آمد پر زکوٰۃ ہے ایسا ہی تجارتی مال پر جو مکان میں رکھا ہے زکوٰۃ نہیں۔ حضرت عمر چھ ماہ کے بعد حساب کر لیا کرتے تھے اور روپیہ پر زکوٰۃ لگائی جاتی تھی۔“ (اخبار بدر نمبر ۷ جلد ۶ مؤرخہ ۱۴؍ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

قرض پر زکوٰۃ

ایک شخص کا سوال حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ جو روپیہ کسی شخص نے کسی کو قرضہ دیا ہوا ہے کیا اس پر اس کو زکوٰۃ دینی لازم ہے۔ فرمایا:

”نہیں“ (اخبار بدر نمبر ۸ جلد ۶ مؤرخہ ۲۱؍ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۵)

رہن وبیمہ

سوال: بعض لوگ جو عمارتوں کے بیمے کسی بیمہ کمپنی سے آتشزدگی وغیرہ کے متعلق کرتے ہیں اس کے بابت حضور کیا فرماتے ہیں؟ حضرت اقدسؑ نے اس سوال کا جواب دیتے وقت ایک اصل بیان کر دی کہ:

”سود اور قمار سے الگ کر کے اقرارات کو شریعت نے صحیح سمجھا ہے۔ پس ان معاملات میں دیکھ لو کہ سود یا قمار کی کوئی جز تو نہیں اگر صرف اقرارات ہوں ان کو شریعت نے جائز رکھا ہے کہ جن میں ذمہ واری ہوتی ہے“۔ (ملفوظات جلد اول، صفحہ 432)

انشورنس اور بیمہ

انشورنس اور بیمہ پر سوال کیا گیا۔ فرمایا کہ:

”سود اور قمار بازی کو الگ کر کے دوسرے اقراروں اور ذمہ داریوں کو شریعت نے صحیح قرار دیا ہے۔ قمار بازی میں ذمہ داری نہیں ہوتی۔ دنیا کے کاروبار میں ذمہ داری کی ضرورت ہے۔ دوسرے ان تمام سوالوں میں اس امر کا خیال بھی رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف میں حکم ہے کہ بہت کھوج نکال کر مسائل نہ پوچھنے چاہئیں مثلاً اب کوئی دعوت کھانے جاوے تو اب اسی خیال میں لگ جاوے کہ کسی وقت حرام کا پیشہ ان کے گھر آیا ہوگا۔ پھر اسی طرح تو آخرکار دعوتوں کا کھانا ہی بند ہو جاوے گا۔ خدا کا نام ستار بھی ہے ورنہ دنیا میں عام طور پر راستباز کم ہوتے ہیں مستور الحال بہت ہوتے ہیں۔ یہ بھی قرآن میں لکھا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا یعنی تجسس مت کیا کرو ورنہ اس طرح تم مشقت میں پڑو گے۔“ (البدر نمبر ۱۰ جلد ۲ مؤرخہ ۲۷؍ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۶)

(فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، صفحات ۱۴۱، ۲۰۳-۲۰۴)

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۷/ اپریل ۲۰۱۷ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت مسلمانوں اور غیر مسلموں کی طرف سے شروع سے ہی ہو رہی ہے اور آج بھی جاری ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ آپ کی جماعت کو بڑھاتا جارہا ہے اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت 209 ممالک میں قائم ہو چکی ہے۔ جہاں بھی جماعت کی ترقی ہوتی ہے وہاں کے مولوی اور سیاستدان خاص طور پر مخالفت کرتے ہیں۔ آج کل الجزائر میں خاص طور پر مخالفت کی جارہی ہے اور جو لوگ ایمانوں پر قائم ہیں ان کو جیلوں میں ڈالا جارہا ہے اور بڑے بڑے جرمانے کئے جارہے ہیں۔ جج صاحبان اور حکومتی نمائندے یہی کہتے ہیں کہ اگر تم مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کر دو تو تمہیں جیل سے بری کر دیا جائے گا۔ ان معصوموں اور مظلوموں کو ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہئے۔ اسی طرح پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی دعا کریں۔ مسلم ممالک جو آجکل فساد کی حالت میں ہیں ان کے لئے یہی کافی دلیل ہے کہ ان حالات میں انہیں اس زمانہ کے امام کو تلاش کرنا چاہئے۔ مسیح موعودؑ اور امام مہدیؑ کی تمام نشانیاں بھی پوری ہو چکی ہیں۔ یہی ایک راستہ ہے جو مسلمانوں کی عظمت کو دوبارہ قائم کر سکتا ہے۔ یہ لوگ اگر ایک جگہ مخالفت کرتے ہیں تو سو اور جگہ پر اللہ تعالیٰ تبلیغ کے میدان ہمارے لئے کھول رہا ہے۔ الجزائر میں بھی مخالفت کے باعث جماعت کا پیغام لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ ہماری مخالفت سے لوگوں میں ہماری کتب پڑھنے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ: آج مسلمانوں کی حالت ایسی ہے اور یہ لوگ گواہی بھی دیتے ہیں کہ آج مسلم امّہ کو ایک مصلح کی ضرورت ہے۔ لیکن جس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا ہے اسے یہ لوگ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے باوجود خدا تعالیٰ کی اپنی تقدیر کام کر رہی ہے اور لاکھوں لوگوں کا جماعت میں ہر سال شامل ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید جماعت کے ساتھ ہے۔ ایسے بے شمار لوگ اپنے واقعات لکھتے ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح نیک فطرت لوگوں کی ہدایت کا کام خدا تعالیٰ خود بجا لا رہا ہے۔ اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ممالک سے ایسے متعدد واقعات بیان کئے کہ کس طرح خوابوں کے ذریعہ، ایم ٹی اے کے ذریعہ، مخالفت کے ذریعہ اور اور دوسرے ذرائع سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کا سامان کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”یاد رکھو اللہ تعالیٰ سب کچھ آپ ہی کیا کرتا ہے۔ ٹھنڈی ہوا چل پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کام آہستگی سے ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہ ہوتی تو پھر بھی زمانے کے حالات معلوم کر کے مسلمانوں پر واجب تھا کہ دیوانہ وار پھرتے کہ کسرِ صلیب کے لئے کیوں مسیح نہیں آیا۔ اگر ملاؤں کو عوام کی بہبودی مد نظر ہوتی تو وہ ہماری دشمنی ہر گز نہ کرتے۔ یہ لوگ بھی ہمارے نوکر چاکر ہیں کہ کسی نہ کسی رنگ میں یہ ہماری بات کو مشرق سے مغرب تک پہنچا دیتے ہیں۔“ پس ہمیں مخالفت سے کوئی فکر نہیں خواہ پاکستان ہو یا الجزائر۔ اس مخالفت سے ہماری مزید تبلیغ ہو رہی ہے اور تعارف بڑھ رہا ہے۔ ان لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ یاد رکھنے چاہئیں کہ اگر مجھے قبول نہ کرو گے تو پھر کبھی بھی آنے والے موعود کو نہ پاؤ گے۔ میری نصیحت ہے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ جانے دو اور خدا ترسی سے ان باتوں پر غور کرو اور تنہائی میں نیک نیتی سے سوچو اور اللہ تعالیٰ سے راہنمائی حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سینے احمدیت کے لئے کھولے۔ آمین۔ حضورِ انور نے ایک ڈینش احمدی مکرم حاجی جانسن صاحب کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۴/ اپریل ۲۰۱۷ء

شروع میں حضور انور ایدہ اللہ نے بعض انتظامی مسائل سے متعلق نصائح فرمائیں کہ وقت پر پلاننگ نہ کرنے کے باعث بعض کام پوری طرح کامیاب نہیں ہوتے۔ ہر کام کے لئے شروع سے ہی سنجیدگی سے کام کیا جائے ورنہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثلاً بیت السبوح مسجد کے ساتھ

والی بلڈنگ میں اب تک نماز کی اجازت نہیں ملی جس کی وجہ سے آج ایسی جگہ نماز پڑھی جارہی ہے جہاں جہازوں کا کافی شور ہے۔ بعض کام سستی کی وجہ سے پورے نہیں کئے گئے ۔ اللہ تعالیٰ تمام عہدیداران اور انتظامیہ کو بہتر رنگ میں کام کی توفیق عطا فرمائے ۔ اس کے بعد حضور نے تین مرحومین کا ذکر خیر فرمایا۔ ایک شہید، ایک مربی اور ایک حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ان تینوں مرحومین کے اوصاف ایسے ہیں کہ جماعت کے ہر فرد کے لئے ان میں سبق ہے، یہ لوگ قرآنی آیت مَن قَضٰی نَحْبَہ یعنی منت کو پورے کرنے والے کے مصداق ہیں۔ ان میں سے پہلے ڈاکٹر اشفاق احمد صاحب ہیں جن کو گزشتہ جمعہ کو پاکستان میں شہید کر دیا گیا، انکی عمر 68 سال تھی اور نماز جمعہ پر جاتے ہوئے ان کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا، مرحوم موصی تھے اور خلافت سے گہری محبت رکھنے والے تھے، موثر رنگ میں تبلیغ بھی کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو دھمکیاں بھی ملتی تھیں لیکن آپ ان کی زیادہ پرواہ نہ کیا کرتے تھے، جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ دوسرے مرحوم جن کا حضور انور نے ذکر فرمایا وہ ناصر الدین صاحب مبلغ انڈیا تھے جو 42 سال کی عمر میں وفات پاگئے، حادثہ کے روز آپ تیراکی کے لئے دریا پر گئے لیکن اس دوران آپ لاپتہ ہوگئے اور ایک گھنٹہ بعد ان کی نعش کنارہ پر ملی، سال 2000 میں آپ جامعہ احمدیہ قادیان سے پاس ہوئے تھے اور عمدہ رنگ میں تعلیم و تربیت کا کام بجالارہے تھے، بعض دفعہ تبلیغ کے باعث آپ کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ مخالفت سے ہرگز ڈرے نہیں، نہایت سادہ لوح تھے، تمام لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے، بڑے اہتمام سے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کیا کرتے تھے، ایسا کرنا ہر مبلغ کے لئے نہایت ضروری ہے۔ پھر حضور نے صاحبزادی مکرمہ امتہ الوحید صاحبہ کا ذکر کیا جو کہ میاں خورشید احمد صاحب کی اہلیہ تھیں، آپ کی عمر 86 سال تھی، آپ مرزا شریف احمد صاحب کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اور حضور انور کی پھوپھی تھیں، آپ نے طویل بیماری کو نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی تھیں، خلافت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق تھا، حضور انور نے فرمایا کہ باوجود بڑا ہونے کے بڑی عزت سے ملتی تھیں، رشتوں کو مثالی رنگ میں نبھاتی تھیں، اپنی چھ بہوؤں کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا، بچوں کی نہایت اچھی تربیت کی جس کی وجہ سے آپ کے چھ بیٹوں میں سے چار واقف زندگی کے طور پر کام کر رہے ہیں، لمبا عرصہ لجنہ اماءاللہ میں خدمت بجالائیں، جلسہ سالانہ پر بہت سے مہمانوں کا خیال رکھا کرتی تھیں، اسی طرح غرباء کا خیال رکھتی تھیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور بچوں میں بھی ان کی نیکیاں جاری رکھے۔ آمین

۲۱/اپریل ۲۰۱۷ء

تشہد و سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا ہم پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ آپکو ماننے کے بعد ہمیں اپنے ایمان اور یقین میں بڑھنا چاہئے اور کھل کر اسلام کا پیغام پہنچانا چاہئے۔ بعض لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے جو آج کل حالات ہیں اس وجہ سے زیادہ اسلام کے متعلق بات نہ کی جائے گو اکثر سستی نہیں دکھاتے۔ ایسے وقت میں تو ہم میں اور زیادہ جرأت پیدا ہونی چاہئے۔ مسلمانوں کا بگاڑ تو اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہے کہ اس وقت اسلام کے حقیقی پیغام کے لئے مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ بھیجے گا۔ ہم اس مسیح موعودؑ کو ماننے والے ہیں۔ اور اسی اسلام پر ہم عمل کرنے والے ہیں۔ پس کسی احساس کمتری کی ضرورت نہیں ۔ اسی طرح بعض لوگ مغربی ممالک میں دنیا داری میں زیادہ ڈوب گئے ہیں۔ زبانی عہد تو کرتے ہیں لیکن حقیقت میں عمل اس سے مختلف ہیں۔ یہاں سوسائٹی میں اخلاق تو اچھے ہیں لیکن عبادت کے معیاروں میں کمی ہے۔ آپس کے تعلقات کے معیار میں بھی کمی ہے۔ عہدیداروں کے لوگوں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آنے میں بھی کمی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقصد صرف اعتقادی اصلاح نہ تھا بلکہ عملی اصلاح بھی تھا۔ جوں جوں ہماری مساجد بڑھ رہی ہیں اور ہمارا پیغام پھیل رہا ہے اس سے دنیا کی تنقیدی نظر بھی ہم پر بڑھے

گی۔ پس ضرورت ہے کہ عملی حالتوں میں بہتری پیدا کی جائے اور بیعت کے حقیقی مقاصد پر عمل کیا جائے۔ یاد رکھیں کہ مغربی ممالک میں 99 فیصد احمدی جماعت کی وجہ سے آئے ہیں اور یوں آپ سب جماعت کے خاموش مبلغ بھی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے جرمنی میں دیکھا ہے کہ احمدیوں کے معاشرہ کے افراد کے ساتھ تعلق تو اچھا ہے لیکن ان کو اسلام کا پیغام پوری طرح نہیں دیا گیا۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ مغربی ممالک کے لوگوں میں اسلام سے ایک خطرہ پایا جاتا ہے اور لوگ عمومی طور پر ہمارے فنکشنز میں آنے سے بھی خوفزدہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ہماری ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے۔ فرمایا کہ جب لوگ ہمارے فنکشنز پر آتے ہیں تو ان کا اسلام کے متعلق تصور بدل جاتا ہے۔ اور اکثر کہتے ہیں کہ ہماری سوچیں بالکل غلط تھیں۔ ہم کو اب پتا چلا کہ اسلام ایک پر امن مذہب ہے محبت پھیلانے والا مذہب ہے۔ حضورِ انور نے جرمنی میں بعض حالیہ فنکشنز میں اس کی بعض مثالیں بھی پیش کیں۔ فرمایا: ہمارے بعض نوجوانوں کا خیال ہے کہ شاید پرانے اماموں اور اولیاء کے ذکر پڑھ کے ان کا علم بڑھ گیا ہے۔ ان کو پڑھ کے یہ نہ سمجھیں کہ آپ عالم بن گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھ کے اپنا علم بڑھائیں۔ آپؑ اس زمانہ کے حکم وعدل بن کر آئے تھے۔ ہمیں یہ بات ہر وقت اپنے سامنے رکھنی چاہیے۔ اس لئے یہ نہ سمجھیں کہ دوسروں کی کتابیں پڑھ کر آپ عالم بن گئے۔ عالم بننا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں پڑھیں۔ فرمایا کہ خاص طور پر اسلامی اصول کی فلاسفی ایسی کتاب ہے جسے پڑھ کو بہت سے لوگوں کی حالت بدل جاتی ہے۔ اس زمانہ میں حقیقی علم اور فلاسفی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات سے مل سکتی ہے۔ جب ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان لیا ہے تو پوری اطاعت ہونی چاہئے۔ بلاوجہ کے سوالات نہیں ہونے چاہئیں اس سے کامل اطاعت ظاہر نہیں ہوتی مگر جب دوسرے لوگ سوال کرتے ہیں تو پھر جواب پر ایمان لانے والوں کی تسلی ہو جاتی ہے۔ اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیصلوں کو ہی ماننا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو لٹریچر ہے وہ ہر احمدی کو خود بھی پڑھنا چاہئے اور لوگوں میں پھیلانا بھی چاہئے۔ ہر سوال کا جواب موجود ہے اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ گہرائی سے اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھیں کوئی مجلس ہو انٹرنیٹ ہے اور جو نمازوں اور عبادت سے غافل کر رہی ہو وہ مشرکانہ مجلس ہے۔ پانچ وقت کی نمازوں کو قائم کرو۔ میں نے جائزہ لیا اس میں بہت کمزوری نظر آ رہی ہے۔ دعا کے لئے کہتے ہیں، جب پوچھو خود باقاعدہ نماز پڑھ رہے ہو تو جواب نفی میں ہوتا ہے۔ پس اگر دعا کے لئے کہنے والے اپنے اندر اور اپنی تکلیف کو دور کرنے کے لئے کوشش نہیں کرتے تو دوسرے کو یہ درد کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ خود بھی دعا کریں تو دوسروں کی دعا بھی مدد کرتی ہے۔ اپنی اصلاح کر لیں گے تو باقی برائیاں دور ہو جائیں گی۔ پس ہمیشہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے لئے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے اور ہم حقیقت میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ آمین

۲۸؍اپریل ۲۰۱۷ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اکثر جگہ پریس والے مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اسلام کے بارہ میں جو دنیا میں خوف ہے وہ کس طرح سے دور ہوگا؟ پھر جرمنی میں بھی مسلمانوں کے بارہ میں خوف بڑھ رہا ہے۔ اس پر آپ کا کیا ردعمل ہے؟ فرمایا: یہ سوال اسلام کے نام پر غلط حرکات کرنے اور شدت پسند حملوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ ان لوگوں کے تحفظات بھی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔ لیکن یہی سوال ہماری تبلیغ کے راستے بھی کھولتا ہے۔ فرمایا: میں ان کو یہی بتاتا ہوں کہ یہ اسلام کی تعلیم نہ سمجھنے کی وجہ سے ہو رہا ہے اور یہ عین پیشگوئی کے مطابق ہے کہ ایسے ہی حالات میں مسیح موعودؑ کی آمد ہونی تھی، جنہوں نے اسلام کی صحیح تعلیم پھیلانی تھی۔ ہمارے ایمان کے مطابق جماعت احمدیہ وہی موعود جماعت ہے جس کی پیشگوئی کی گئی تھی پس ہمارا ردعمل تو اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔ جو دہشت گرد حملوں کی وجہ سے تحفظات پیدا ہو چکے ہیں ان کو دور کرنے کے لئے ہمیں زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا ہے کہ ہر قسم کی شدت پسندی مذہب کے

خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مسلمان سے یہی چاہتا ہے کہ خدا کی صفات کو اپنایا جائے۔ آپؑ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو پہلے اسی آیت سے شروع کیا ہے کہ الحمدللہ رب العالمین، وہ تمام دنیا کا رب ہے تمام ملکوں کا وہی ربّ ہے ہر فیض کا چشمہ وہی ہے ہر ایک روحانی و جسمانی طاقت اسی سے ہے ہر اک وجود کا وہی سہارا ہے۔ پس یہ وہ علم و معرفت ہے جو قرآن کریم کی تعلیم سے ہمیں آپ نے عطا فرمائی اور یہی وہ نسخہ ہے جو دنیا میں امن و سلامتی پھیلانے کے لئے ضروری ہے۔ یہی وہ بات ہے جو دنیا میں صلح کی بنیاد ڈال سکتی ہے اور یہی پیغام جس کو جماعت احمدیہ کے افراد دنیا کے ہر کونے میں پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور کرنی چاہئے۔ پس جو خوف پیدا ہو رہا ہے وہ اس تعلیم سے دوری کی وجہ سے ہے اور اس زمانہ میں اللہ کے بھیجے ہوئے فرستادہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کو نہ ماننے کی وجہ سے ہے۔ پس جب ہم اس تعلیم کی روشنی میں صلح کا راستہ دکھاتے ہیں تو شریف الطبع لوگوں کے منہ سے یہی الفاظ نکلتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم بہت خوبصورت ہے۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جرمنی کے دورہ کے دوران مسجد کے افتتاح اور دوسرے پروگراموں میں آئے بہت سے مہمانوں کے تاثرات اور جذبات بیان فرمائے۔ پھر فرمایا:

جرمنی کے دورہ کے دوران پریس کوریج بھی کافی ہوئی ہے اور کافی نیوز بھی آئی ہیں۔ 9 ملین سے زائد لوگوں تک یہ پیغام باہر کے ملکوں میں پہنچا۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی 1 ملین کی کوریج ہوئی۔ 10 یا 11 کے قریب باہر کے نمائندے تھے۔ فرمایا: جماعت کے پیغام کے ساتھ مخالفت بھی بڑھ رہی ہے۔ الجزائر میں چند ماہ سے بہت زیادہ مخالفت ہے اور دعا کے لئے بھی کہہ چکا ہوں۔ وہاں مخالفت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن اس مخالفت کی وجہ سے اور وہاں کی پریس کی وجہ سے جماعت کا تعارف وسیع پیمانہ پر ہوا ہے۔ لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ لوگ کون ہیں۔ بہرحال ایک طرف دنیا اسلام کے پیغام سے متاثر ہو رہی ہے جو جماعت احمدیہ پھیلا رہی ہے اور دوسری طرف مسلمان ممالک کی طرف سے مخالفت ہو رہی ہے۔ پس جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا آج کل شدت الجزائر میں بہت زیادہ ہے وہاں کے احمدیوں کے لئے دعا کریں اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کریں کہ جہاں مخالفت کا جوش بڑھ رہا ہے، وہاں سب کو اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے۔ خاص طور پر الجزائر کے احمدیوں کو کیونکہ وہ پرانے احمدی نہیں ہیں ان کو ثبات قدم بھی دے اور ان کی مشکلات کو جلد دور بھی فرمائے۔ آمین

۵ر مئی ۲۰۱۷ء

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [57:21] جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل کود اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا ایسا ذریعہ ہے جو اعلیٰ مقصد سے غافل کر دے اور سج دھج اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہے، یہ زندگی اس بارش کی مثال کی طرح ہے جس کی روئیدگی کفار کے دلوں کو لبھاتی ہے۔ پس وہ تیزی سے بڑھتی ہے۔ پھر تو اسے زرد ہوتا ہوا دیکھتا ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں سخت عذاب (مقدر) ہے نیز اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضوان بھی۔ جب کہ دنیا کی زندگی تو محض ایک دھوکے کا عارضی سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں کئی دفعہ اس طرف توجہ دلائی ہے کہ دنیا کا مال و متاع سب عارضی چیزیں ہیں اور ایک محدود وقت کے لئے ایک کھیل اور بہلاوے کے طور پر ہے۔ مومن لوگ جن کے اعلیٰ مقاصد ہونے چاہئیں اس کو ان چیزوں سے بلند ہو کر سوچنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو تلاش کرنا چاہئے۔ ہم حقیقی احمدی اسی وقت بن سکتے ہیں جب دنیوی لذّات ہمارا مقصد نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے کہ دنیا داروں کے نہ اموال ان کے کام آتے ہیں اور نہ ان کی اولادیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس زندگی کو سب کچھ نہ سمجھو۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ دنیا کو ترک کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کو اپنا مقصود غایت نہیں ٹھہراتے۔ جو لوگ دنیا کو اپنا مقصود ٹھہراتے ہیں خواہ وہ کچھ حاصل بھی کر لیں آخر کار ذلیل ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے بڑے دنیوی کاروبار اور مضبوط حکومتیں بھی تباہ

ہو جاتی ہیں مثلاً 2008ء کا معاشی انحطاط جس کا اثر اب تک ظاہر ہو رہا ہے۔ مسلمان ممالک کو جو اللہ تعالیٰ نے تیل کی دولت دی ہے وہ اس کو عیش اور ظلم کے لئے اڑا رہے ہیں اور غرباء اور اپنے ملک کے عوام پر خرچ نہیں کرتے، جس کے نتیجہ میں وہ دنیا میں بھی ذلیل ہو رہے ہیں اور آخرت پر بھی ان کی کوئی نظر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیوی آسائشوں اور نعمتوں سے منع نہیں کیا۔ بس اتنا حکم دیا ہے کہ یہ نعمتیں عبادت الٰہی میں روک نہ بن جائیں۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے بارہ میں جس چیز کی سب سے زیادہ فکر ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے گی اور اس کے نتیجہ میں وہ حق سے دور چلی جائے گی اور دنیا کمانے کی وجہ سے آخرت کی فکر جاتی رہے گی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہمیشہ آخرت کی فکر رہتی تھی۔ مثلاً ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ مجھے ایسی بات بتائیے کہ اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور اس دنیا کے لوگ بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔ جو لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔ پھر حضور انور نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی یہ نہیں ہے کہ دنیا سے بالکل کٹ جاؤ اور کوئی محنت یا کاروبار نہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمارے سامنے ہے کہ شادیاں بھی ہوئیں، اور اولاد بھی ہوئی، مال بھی آیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کئے۔ اصل چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل کرنا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ احمدی اس بات کو سمجھنے والے ہیں کہ دنیا کے نقصان کوئی حیثیت نہیں کھتے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا ہے۔ پاکستان کے بہت سے احمدیوں کے کاروبار ختم ہوئے لیکن نعم البدل کے طور پر بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا۔ اس لئے آج بھی احمدیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ کاروبار میں جو برکتیں ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کسی قسم کا تفاخر نہیں ہونا چاہئے اور دنیا کے مال و دولت پر دنیا کی طرح گرنا نہیں چاہئے۔ رشک صرف دینی ترقی پر ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے دنیا کے شغلوں کو جائز رکھا ہے۔ مگر ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ دنیوی شغلوں کو اس حد تک اختیار کرو کہ دینی مقاصد میں مددگار ثابت ہوں، مومن کا نصب العین دین ہوتا ہے، پس دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ اصل مقصد دین ہو، حضور نے فرمایا کہ پس ہمارے مال اور ہمارے بہتر مالی حالات ہمیں کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے حقوق اور انسانیت کے حقوق ادا کرنے سے دور نہ لے جائیں اور اسی طرح اسلام کی ترقی و تبلیغ کے لئے خرچ کرنے سے روکنے والا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں رہیں اور یہ دھوکہ بھری دنیا ہم پر حاوی نہ ہو، ہم اس دنیا کی جہنم سے بچنے والے ہوں اور آخرت کی جہنم سے بھی، اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہم کو اس دنیا میں بھی جنت بنا دے اور آخرت کی جنت بھی دے۔ آخر میں حضور انور نے پاکستان میں شہید کئے گئے دو احمدیوں کی نمازِ جنازہ کا اعلان فرمایا، بشارت احمد صاحب جن کو خانپور میں 3 مئی کو شہید کر دیا گیا۔ اور دوسری پروفیسر طاہرہ ملک صاحبہ جن کو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں شہید کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۲؍مئی ۲۰۱۷ء

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو صبر و صلوٰۃ کے ساتھ مدد مانگو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (2:154) انسان کی زندگی میں بہت سے مسائل اور دنیوی مشکلات آتی ہیں جہاں سوائے صبر کے اور کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ دنیادار تو روپیٹ کر یہ نقصان برداشت کر لیتے ہیں اور کئی کفریہ اور خدا پر شکوہ کے کلمات بھی منہ سے نکل جاتے ہیں اور بعض دماغی توازن بھی کھو دیتے ہیں۔ لیکن ایسے مومنین بھی ہیں جو ان مشکلات سے اس وجہ سے گزرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو ماننے والے ہیں۔ وہ ان سب نقصانات سے بغیر کسی شکوہ کے گزر جاتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ سے دعا ضرور کرتے ہیں۔ دوسری دنیا تو انبیاء کی تاریخ صرف پڑھتی ہے۔ لیکن احمدی مسلمان وہ ہیں جو مسیح محمدی کو ماننے کی وجہ سے عملاً اس حالت سے گزر رہے ہیں جو دوسروں کے لئے صرف پرانی داستانیں ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو نہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے والے ہیں اور نہ ایمان کو چھوڑنے والے ہیں۔ ہم

اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ ہم نے صرف خدا تعالیٰ کے آگے جھکنا ہے۔ وہی ہے جو ہمیں ان مشکلات سے نجات دلانے والا ہے۔ وہ کبھی بھی اپنے آگے جھکنے والوں کو خالی ہاتھ نہیں چھوڑتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کا تمام معاملہ خیر پر مشتمل ہے۔ اگر اس کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے۔ پس آج جب مختلف ممالک میں احمدیوں کے ساتھ ظلم کا سلوک کیا جارہا ہے تو لازم ہے کہ ہم بھی صبر کا مظاہرہ کریں۔

اللہ ہی ہے جو آئمۃ الکفر کو پکڑنے والا ہے اور ہمیں ان سے بچانے والا ہے۔ جماعت کی تاریخ میں ہم یہی دیکھتے آئے ہیں کہ ہمیشہ یہ لوگ ناکام ہوئے اور جماعت کا قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے کہ کس طرح جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کا حکم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ درجہ کے صبر کا نمونہ دکھایا اور اپنی جماعت کو بھی یہی نصیحت فرمائی۔

پس اس شخص کو ماننے کی وجہ سے جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے آیا ہے ہمیں بھی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابھی تو زیادہ مخالفت مسلمانوں کی طرف سے ہے۔ لیکن جب غیر مسلم ممالک میں اسلام پھیلے گا تو یہ لوگ بھی مخالفت پر اتر آئیں گے۔ ان کو پتہ لگ رہا ہے کہ یہ اسلام درحقیقت حقیقی اسلام ہے اور یہ غلبہ حاصل کرلے گا۔

لیکن اس وقت ملاں لوگ مخالفت میں بڑھ رہے ہیں اور سیاستدان بھی ووٹ حاصل کرنے کے لئے اور سستی شہرت کے لئے ان کے پیچھے چلتے ہیں۔ ورنہ ان لوگوں کو تو مذہب کی الف بے کا نہیں پتہ۔

ان حالات میں اپنی نمازوں اور عبادتوں کی حفاظت کرنا ہر احمدی کا فرض ہے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ کا فضل کھینچے گی۔

درجنوں لوگوں کو الجزائر میں احمدی ہونے کی وجہ سے جیل میں ڈالا جارہا ہے۔ اسی طرح پاکستان، انڈونیشیا اور بنگلہ دیش ہے۔ گزشتہ دنوں میں بنگلہ دیش میں ہماری ایک مسجد پر حملہ کرکے ہمارے مربی مستفیض الرحمٰن صاحب کو شدید زخمی کر دیا۔ اب ان کی حالت بہتر ہے لیکن خطرے سے باہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

ان مخالفتوں کے بارہ میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے ہی بتایا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا: ہماری جماعت کے لئے بھی مشکلات ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں۔ نئی اور سب سے پہلی مصیبت یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس میں آتا تو رشتہ دار الگ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ بہن بھائی بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء سے زیادہ نہیں ہو ان پر بھی مشکلات آئیں۔ یہ اس لئے آتی ہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان قوی ہو۔ دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء کی پیروی کرو اور صبر کو اپناؤ۔ جو دوست قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں۔ جو لوگ تمہیں اس وجہ سے چھوڑتے ہیں کہ خدا کے قائم کردہ سے تعلق جوڑا ہے ان کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ دوسرے دشمنی کر رہے ہیں ہم نے ان کے لئے دعا کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے تم کو دی ہے۔ فرمایا کہ بعض دفعہ رپورٹ ملتی ہے کہ بعض احمدی مولویوں سے گفتگو میں بہت سختی دکھاتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو ایسے احمدیوں کو تبلیغ نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کو تو صبر پسند ہے۔ غصہ کا کوئی جواز نہیں اگر ہمارے پاس دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے بارہا نصیحت کی ہے کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ سے الگ رہو اور گالیاں سن کر صبر کرو۔ صبر کا ہتھیار ایسا ہے جو دلوں کو فتح کرلیتا ہے۔ یہ تو اللہ کی تقدیر ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو غلبہ دینا ہے۔ پس اگر غلبہ دینا ہے تو ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا دعا اور صبر کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں اور اس کی راہ میں قربانیوں کو صبر سے برداشت کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر اور دعا کے ساتھ اس کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے اور ہم ہمیشہ اس کی راہوں پر چلنے والے ہوں۔ آمین۔

آخر پر حضور انور نے ناظم الدین صاحب آف کیرالہ انڈیا کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۹؍ مئی ۲۰۱۷ء

اسلام کی تعلیم ہر معاملہ میں ہماری راہنمائی کرتی ہے۔ قرآنی تعلیم کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ میں یوں بیان کر دیا کہ 'لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ' پس ہر معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اور اسوہ سامنے رکھنا ضروری ہے۔ مردوں کی مختلف لحاظ سے جو ذمہ داریاں ہیں ان کو اسلام میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر ان تعلیمات کو تمام مرد اپنا لیں تو ایک پر امن معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات مرد اپنے آپ کو افضل سمجھتے ہیں جبکہ نہ اپنی بیویوں کے حقوق ادا کرتے ہیں اور نہ بچوں کے۔ اور بعض لوگ تو بیوی بچوں پر جسمانی تشدد بھی کرتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کے بعد بھی جاہلوں والا سلوک کرنا ہے تو ایسی بیعت کا کچھ فائدہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کی تربیت تو پیار اور رحم کے ساتھ کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نفل کے لئے اٹھتے تھے اور پھر فجر سے پہلے ہمیں پانی کے چھینٹے سے اٹھاتے تھے۔ نہایت نرمی کا سلوک تھا۔ گھر میں بیویوں کے کام میں ان کی مدد فرماتے تھے۔ ان نمونوں کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سے مردوں کو اپنا جائزہ لینا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنوں میں کامل الایمان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور تم میں سے اخلاق کے لحاظ سے وہ بہتر ہے جس کا اپنی بیویوں سے سلوک اچھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فحشاء کے سوا عورتوں کی باقی تمام کمزوریاں برداشت کرنی چاہئیں۔ پھر فرمایا کہ ہمیں کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورتوں سے لڑائی کریں۔ مرد ہونا خدا تعالیٰ کی ہم پر نعمت ہے اور اس کا شکریہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور لطف سے سلوک کریں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عورتوں میں متاثر ہونے کا مادہ بہت ہوتا ہے۔ مرد کی تمام باتوں اور اوصاف کو عورت دیکھتی ہے۔ اگر اصلاح کرنی ہے تو خاوند اپنی اصلاح کر لیں یوں عورتوں پر بھی اثر ہو جائے گا۔ حضور انور نے فرمایا کہ گھروں میں برائیاں اور بچوں کی تربیت میں کمی کا باعث اکثر اوقات مردوں کے اخلاق ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ گھر میں دینی معاشرہ ہو اور بچوں کی تربیت اچھی ہو تو لازمی ہے کہ مرد اپنے آپ کو بہتر بنائیں۔ اسی طرح مردوں کی باپ ہونے کے لحاظ سے بھی ذمہ داری ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ صرف عورتوں کی ذمہ داری ہے۔ خاص طور پر لڑکوں کی تربیت میں باپوں کو اپنا نمونہ قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں پر نظر رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح بچوں کے لئے دعا کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ ان کے رشتہ دار اور عزیزوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ ساس اور شوہر سے نیک اور نرمی کا سلوک کرو۔ بعض اوقات دین میں تبدیلی کی وجہ سے ماں باپ کے تعلقات میں کمی آجاتی ہے۔ اکثر نو مبائعین یہ سوال کرتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ دین میں تبدیلی کے باوجود بہرحال ماں باپ سے نیک سلوک قائم رکھنا ہے۔ ایک مرد خاوند بھی ہے باپ بھی ہے بیٹا بھی ہے۔ ہر لحاظ سے مردوں کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے ہمیں ذمہ داریوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۶؍ مئی ۲۰۱۷ء

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد آیتِ استخلاف کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے: [24:56] تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔"

فرمایا: قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کی شرائط ایمان اور نیک اعمال رکھی ہیں۔ اس زمانہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ مسلم اُمّہ میں دوبارہ خِلافت عَلٰی مِنہاجِ النبوۃ

قائم کرے گا۔ آج کل مسلمان علماء میں خلافت کے متعلق بہت غلط تصورات پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ نہ کسی کے دین کو چھیڑو اور نہ اپنا دین چھوڑو۔

آیتِ استخلاف کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن لوگوں کی اس تفسیر کو رد فرمایا ہے جو کہتے ہیں کہ مِنکُم سے مراد صحابہ ہی ہیں اور خلافت راشدہ انہی کے زمانہ میں ختم ہو گئی۔ آپؑ نے فرمایا کہ کسی نیک دل انسان کی کیسے یہ رائے ہو سکتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے تابعین میں تو 1400 سال تک خلافت رہی اور وہ جو کامل نبی تھا اُس کی برکات صرف اُسی زمانہ کے لئے مخصوص تھیں۔ چنانچہ یہ نہایت ہی غلط عقیدہ ہے کہ خلافت صرف 30 سال کے لئے محدود تھی۔

پھر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیاوی طاقت اور زور پر خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس بات کو نہیں سمجھتے کہ یہ وعدہ ایمان اور نیک اعمال کے ساتھ مشروط ہے۔ ان تنظیموں کے پیچھے دنیوی طاقتیں ہیں۔ یہ خلافت نہیں ہے بلکہ یہ شدت پسند گروہ ہیں۔ جب اِن کے دنیوی آقا اپنے دنیاوی مقاصد ملنے کے بعد اپنا ہاتھ کھینچ لیں گے تو یہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ انہوں نے دنیا بھر میں صرف تباہی ہی پھیلائی ہے۔

پچھلے دنوں میں ان لوگوں نے مانچسٹر میں 20 سے زائد لوگوں کو قتل کر دیا۔ ایسی بربریت کا اسلام یا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح جو مسلمان ممالک میں قتل و غارت ہے اور جنہیں بلا امتیاز بامبرز کے ذریعہ قتل کیا جا رہا ہے، ہم احمدی مسلمانوں کو قرآنی تعلیم کو سمجھتے ہوئے اور مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے ان سے ہمدردی ہے۔

خلافت کا نظام تو خوف کو امن میں بدلنے والا نظام ہے اور تمکنتِ دین کا نظام ہے۔ یہ وہ نظام ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ جمعہ میں فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی کہ آخری زمانہ میں تجدید دین کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مصلح کو بھیجے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ایک مبارک امت ہے۔ میری امت کا مجھے نہیں معلوم اوّل زمانہ بہتر ہے یا آخری زمانہ بہتر ہے۔ یہ آخری زمانہ ان دنیا داروں کے پیچھے چلنے سے واقع نہ ہو گا۔ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیروی سے ہی ممکن ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا۔ آج بھی نشانات دیکھ کر لوگ اسلام احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور یہ انقلاب دنیا بھر میں پھیلتا جا رہا ہے۔

احمدیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ خلافت کے وعدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو عبادت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اگر عبادت کے معیار قائم ہیں تو آپ کے تمام خوف امن میں بدلتے جائیں گے۔

ہم نے خلافتِ احمدیہ کی تاریخ میں یہی دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ جماعت کے ساتھ رہی اور آج بھی یہ نصرت اور ترقی کے مناظر ہمارے سامنے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ سے خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا جس کی تفصیل آپ نے رسالہ الوصیت میں بیان فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ آپؑ کے وصال کے بعد خدا تعالیٰ نے پہلے خلیفہ کے ذریعہ جماعت کو سنبھال لیا۔ پھر خلیفہ ثانیؓ کے ساتھ جب جماعت کے چند سرکردہ علیحدہ ہو گئے تو آپ نے جماعت کو سنبھال لیا۔ تیسری اور چوتھی خلافت میں بھی جماعت پر ابتلاء آئے اور پھر اب پانچویں خلافت میں مزید ترقیات مل رہی ہیں اور جماعت کا پیغام لاکھوں سے نکل کر کروڑوں میں جانے لگ گیا ہے اور اب مخالفت کئی ملکوں میں شروع ہو گئی ہے یہی سچائی کی دلیل ہے اور ترقی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ترقیات دے رہا ہے۔ یہ سب باتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ اسلام کا غلبہ آپؑ کے بعد جاری نظام خلافت سے ہی ہونا ہے۔ مخالفین جتنا چاہے زور لگا لیں، ان کے حصہ میں ناکامی و نامرادی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہمارے ایمان بھی مضبوط ہوں اور اعمال صالحہ بھی کرنے والے ہوں اور ہم سب اعمال صالحہ میں ترقی کرتے چلے جائیں۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ وہ جمعہ کی نماز کے بعد مکرم چوہدری حمید احمد صاحب کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں گے۔ آپ کی وفات 20 مئی 2017 کو ہوئی۔

فقہی مسائل

مرتبہ: عذرا محمود

سوال: نماز کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: قرآن کریم اور احادیث کے احکامات کی روشنی میں فقہا اور علماء نے نماز میں خوبصورتی اور نظم وضبط پیدا کرنے کے لئے اور عوام الناس کو سمجھانے کے لیے کچھ شرائط بیان کی ہیں۔

۱۔ وقت۔ ۲۔ طہارت۔ ۳۔ لباس ۴۔ قبلہ رُخ۔ بعض علماء نیت وغیرہ کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کے نیت کے کوئی الفاظ نہیں جیسے کے عوام الناس میں مشہور ہے۔ اصل میں دل کے ارادے کو نیت کہتے ہیں۔ جس ارادے سے وہ نماز پڑھ رہا ہے وہی نیت ہے۔ یہ پانچوں چیزیں نماز کی شرائط ہیں۔

سوال: نماز کے اوقات کیا ہیں؟

جواب: رسول پاکؐ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے، تو اپنے پروردگار سے رازونیاز کی باتیں کر رہا ہوتا ہے۔ نماز میں بندہ اپنے خالق اور مالک سے محو گفتگو ہوتا ہے۔

اسلام نے انسان پر دو حقوق عائد کئے ہیں:۔

۱۔ حقوقُ اللہ ۲۔ حقوقُ العباد

اسلام یہ نہیں کہتا کہ کوئی مسلمان اپنے بیوی بچوں اور رشتے داروں کے تعلقات چھوڑ دے، ان کے حقوق کو نظر انداز کر دے، دنیوی کاروبار اور مصروفیات چھوڑ دے اور ہر وقت نماز میں مصروف رہے۔ اس لیے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اپنے دنیوی تعلقات کو نبھانے کے لیے بھی وقت دیا ہے۔ ان کی جسمانی اور دماغی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے بھی وقت دیا ہے تا کہ وہ ہر وقت نماز میں مصروف نہ رہے۔

نماز کے لیے اسلام نے اوقات مقرر کیے ہیں اور یہ پانچ اوقات ہیں۔ ان میں فرض نمازوں کی انسان نے ادائیگی کرنی ہے۔ فرض نمازوں کی ادائیگی سے انسان صرف اپنے فریضہ سے بری الذمہ ہوتا ہے۔ اللہ کی محبت اور پیار میں مزید آگے بڑھنے کے لیے فرمایا کہ نوافل ادا کرے۔ مگر یہ شرط عائد کی کہ اگر صبح پو پھٹ جائے تو طلوع آفتاب تک سوائے فجر کی دو سنتوں اور دو رکعات فرض نماز کے کوئی نفل ادا نہیں کرنے۔

پھر فرمایا کہ جب سورج عین نصف النہار پر ہو یعنی جب سورج کا سایہ شروع نہ ہوا ہو تو اس وقت بھی نوافل ادا نہیں کرنے۔ اسی طرح پھر فرمایا کہ عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد سورج غروب ہونے تک بھی کوئی نوافل ادا نہیں کرنے۔ تو یہ تین ممنوعہ اوقات ہیں جن میں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تین نمازیں فرض ہیں۔ کیا یہ درُست ہے؟

جواب: بات دراصل یہ ہے کہ جس کامل انسان پر قرآن نازل ہؤا، اُس کے متعلق خدا تعالیٰ نے خود فرمایا کہ یقیناً تمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات اسوۂ حسنہ ہے۔

سنت ایک ایسی چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ارشادات اور احکامات کو عملی رنگ میں کر کے دکھایا ہے۔ اور حضورؐ نے دن میں پانچ نمازیں پڑھیں، پڑھائیں اور بتائیں اور نسل در نسل سنتِ متواترہ کے رنگ میں ہم تک پہنچیں۔ قرآن کریم نے خاص طور پر فرمایا

'۔۔۔ اور رسول جو تمہیں عطا کرے تو اسے لے لو، اور جس سے تمہیں روکے اس سے رُک جاؤ۔۔۔' (سورۃ الحشر:۸)

تو اس قسم کا لغو خیال کہ قرآن کریم میں تین نمازیں فرض ہیں جب کہ بعض عُلماء نے قرآن کی آیات سے پانچ نمازیں فرض ہونا ثابت کی ہیں۔

سیّدنا حضرت مُصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیرِ کبیر میں سُورہ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت (۷۹) اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ "سے ثابت کیا ہے کہ اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔ اور فرمایا کہ جو دَلَكَ کا لفظ ہے اس کے معنے ہیں۔ ۱: زَالَت جب سورج ڈھل جائے تو اس وقت ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ ۲: صُفِرَت یعنی کہ جب سورج زرد پڑ جائے تو اس وقت عصر کی نماز پڑھی جائے۔ ۳: غُرِبَت یعنی کہ جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب کی نماز کا وقت ہے۔ اور غَسَقِ الَّیل کا جو لفظ ہے، اس کے لئے فرمایا کہ رات کا وہ ابتدائی اندھیرا ہوتا ہے، اس میں نماز عشاء کا ذکر ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی بعض آیات سے بھی مختلف علماء نے پانچ نمازیں فرض ثابت کی ہیں۔ لیکن سب سے بڑی اہم بات یہ ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ متواترہ جو ہم تک پُہنچی ہے، اس پر عمل کیا جائے۔ (ماخوذ از فقہی مسائل پروگرام نمبر ۱، ۳۰ دسمبر ۲۰۱۰)

جلسہ سالانہ کی بہاریں

احمد علی

رسالہ النور جلسہ سالانہ امریکہ شمارہ اگست تا ستمبر ۲۰۱۳ء صفحہ ۵۷ پر محترمہ شمسہ رضوانہ ناز صاحبہ کے کلام میں اس شعر نے مجھے بہت متاثر کیا ہے

اے کاش کہ واپس آجائیں
وہ ساری بہاریں ربوہ میں

چنانچہ بہاروں کا تصور ذہن پر چھایا ہے۔ اور اُن کو زیر موضوع لا کر نہایت اختصار سے چند بہاریں پیش خدمت ہیں۔

جلسہ سالانہ میں گروہ در گروہ، جوق در جوق چھوٹے بڑے، مردوزن شدید سردی سے بے نیاز ربوہ پہنچ رہے ہیں۔ ریلوے سٹیشن پر ٹرینیں (گاڑیاں) لاری اڈا پر بسیں سواریاں اتاراتار کر واپس جاکر مزید سواریاں لینے جارہی ہیں۔ جماعت احمدیہ کے متوالے رضاکار ہر عمر کے افراد نہایت مستعدی اور ذمہ داری سے مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش جلسہ سالانہ کے مہمانوں کا استقبال کررہے ہیں۔ اُن کے بوجھ اُٹھا کر اُن کی قیام گاہوں کی جانب جانے میں مدد کرتے نظر آرہے ہیں۔ مہمان نوازی کا فریضہ بجالانے والے رضا کار مردوزن اُن کی خدمت میں تازہ بتازہ اور گرما گرم کھانا وافر مقدار میں رکھے ہوئے ہیں۔ محبت کے جذبے، وفاکے قرینے دیکھنے میں آرہے ہیں۔

تمام مہمان اپنے سامان ، بستر وغیرہ رکھ کر کھانا کھاکر مغرب اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے اور بستر کھولنے کے بعد بیٹھے باہم اپنے اپنے سفر کی سرگزشت سنتے سناتے اور ایک دوسرے کی خیر خیریت پوچھتے پوچھتے بے فکر ہو کر سوگئے ہیں۔ جبکہ مہمان نواز رات بھر باری باری بیدار رہ کر حفاظت کا فریضہ ادا کررہے ہیں۔

علی الصبح مہمان اور مہمان نواز نماز فجر ادا کرکے کھانا کھاکر اور کھلا کر جلسہ گاہ کی جانب جوق در جوق رواں ہیں۔ عجب دلفریب منظر ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جلسہ گاہوں کے پنڈال لبالب بھر گئے ہیں۔ کثیر تعداد میں افراد جماعت مردوزن نہایت سکون اور دل جمعی سے بیٹھے جلسہ کی تقاریر سن رہے ہیں۔ ریوڑیاں، مونگ پھلی، چلغوزے اور مالٹے گنڈیریوں سے لطف اندوز ہو کر تازہ دم ہو کر روحانی مائدہ سے مستفید ہورہے ہیں۔ کوئی افراتفری ، بد نظمی نہیں سبھی کی نگاہیں سٹیج کی جانب لگی ہیں۔ جلسہ کے تینوں دن بلکہ ہفتہ بھر رات دن ہجوم خلق سے ربوہ کی فضائیں شاد و آباد ہیں۔

اب کچھ مزید بہاریں بھی دیکھتے چلئے۔۔۔

دوران سال خدام الاحمدیہ اور اطفال کے ساتھ ساتھ خواتین کے اجتماعات کے مناظر کی جانب آیئے۔ احمدی نصرت گرلز ہائی سکول اور جامعہ نصرت کے کشادہ کمرے اور وسیع ہالز چھوٹی بڑی عمر کی مستورات سے پُر ہیں۔ دونوں اداروں کی چاردیواری کے اندر لجنہ اور ناصرات کے اجتماع منعقد ہوتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ ہر شہر ہر قصبہ گاؤں سے شامل ہونے والی خواتین، علمی، ادبی اور ورزشی مقابلہ جات میں نہایت منظم صورت میں شامل ہیں (حصہ لے رہی ہیں)۔ اندر ہی کھلی فضا اور کشادہ جگہ میں خواتین اپنے پروگرام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کوئی بد نظمی اور بے ہنگم شوروغوغا نہیں ہورہا۔ ڈیوٹی پر موجود ہر عمر کی مستورات نہایت ذمہ داری سے پروگرام چلا رہی ہیں۔ تفریحی پروگرام بھی جاری ہیں۔ اب کچھ تفریحی اور ورزشی پروگراموں کی جانب آتے ہیں۔

طاہر کبڈی ٹورنامنٹ دیکھئے سارے ملک خصوصاً پنجاب سے تمام کبڈی کی معروف ٹیمیں اس ٹورنامنٹ میں شامل ہو کر کھیلنا اپنے لئے اعزاز سمجھتی ہیں۔ جماعت احمدیہ کے منتظمین کی زیرِ نگرانی سب ہدایات کی پیروی کرتی ہیں۔ اور اپنے اپنے مقابلے (میچ) کھیلتی نظر آرہی ہیں۔ کوئی دھینگا مشتی اور دھول دھپا جو ایسے مواقع پر ہو جایا کرتا ہے۔ یہاں نہیں ہورہا۔ سارے ٹورنامنٹ کے مقابلے بذریعہ لاوڈ سپیکر رننگ کمنٹری سے شائقین کو پہنچ رہے ہیں۔ سب ٹیموں کی تواضع میں کوئی کمی نہیں بہت معیاری ہے کسی کو شکایت نہیں۔ جیتنے والی ٹیموں کے کھلاڑیوں کو لڈّو اور جلیبیاں پیش کی جارہی ہیں، واپڈا اور محکمہ ریلوے کی ٹیم، پولیس اور پاکستان آرمی کی ٹیمیں بھی طاہر

کبڈی ٹورنامنٹ میں شامل ہیں۔ کوئی تفرقہ یا تعصب دیکھنے میں نہیں آرہاہے۔ سب محکمے نہایت اطمینان اور سکون سے نظام جماعت کے تحت دیا جانے والا کھاناشوق اور رغبت سے کھارہے ہیں۔

جیتنے والے کھلاڑی خوشی خوشی انعامات حاصل کرتے دیکھے جارہے ہیں۔

مارچ کے آخر اور اپریل کے شروع (موسم بہار) میں گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ ہو رہاہے۔ سارے صوبہ سے جماعتیں گھوڑے لا کر شامل ہورہی ہیں۔ نیزہ بازی اور ریس کے مقابلے جاری ہیں قرب وجوار کے دیہاتی ان ٹورنامنٹس کو شوق سے دیکھنے آئے ہیں۔ گھوڑ دوڑ کا وسیع وعریض میدان شائقین سے بھر گیا ہے۔ سٹیج سے نیزہ بازی اور ریس کے مقابلے کمنٹری کے ذریعہ لاؤڈ سپیکر سے سنائے جارہے ہیں۔ خلیفۂ وقت بھی بہ نفسِ نفیس سٹیج پر جلوہ افروز ہیں۔ جماعتی نظام کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے سارا مجمع سکون سے گھوڑ دوڑ دیکھ رہا ہے کوئی گڑبڑ نہیں۔ یہ ٹورنامنٹ غالباً ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۳ء تک ہر سال باقاعدگی سے منعقد ہوا کرتے تھے ضیاء الحق کے ظالمانہ آرڈیننس سے ان پر بھی پابندی لگ چکی ہے۔

جلسہ سالانہ اور دیگر اجتماعات اور تفریحی سرگرمیوں سے گردونواح کے غریب غرباء اور حاجتمندوں کو نہ صرف نقد مزدوری میسر آتی بلکہ ان ایام میں وہ کھانا بھی پیٹ بھر کے کھالیا کرتے تھے۔ آج کل وہ لوگ بھی حسرت سے کہتے ہیں ؎

اے کاش کہ واپس آجائیں
وُہ ساری بہاریں ربوہ میں

ان تقریبات ، جلسوں اور اجتماعات میں پنجاب بھر سے لانگری لنگر خانوں کے تنوروں میں روٹیاں پکا کر باعزت اور باوقار طریقہ سے اپنا محنتانہ وصول کرے خوش و خرم اپنے گھروں کو لوٹتے۔ دورونزدیک سے غریب گھرانوں کی عورتیں لنگر خانوں میں پیڑے بناتی اور کھاتی پیتی محنتانے وصول کرکے روٹیوں سے جھولیاں بھر کر گھروں کو جاتی تھیں۔ اسی طرح سارے صوبے سے مزدور پیشہ لوگوں کو مزدوری بھی ملتی اور کھاتے پیتے بھی پیٹ بھر کے تھے۔ ہر سال ان جلسوں اور اجتماعات کے انعقاد سے بلا تفریق بہت سی مخلوق فائدہ اٹھاتی جب سے یہ تقریبات ختم ہوئی ہیں۔ افراد جماعت ہی نہیں غیر از جماعت بھی بجاطور پر یہ کہتے ہیں ؎

اے کاش کہ واپس آجائیں
وُہ ساری بہاریں ربوہ میں

ربوہ بستی سے باہر ہرے بھرے کھیتوں میں نیو کیمپس کی عمارت کے کشادہ کمرے جلسہ سالانہ کے مہمانوں سے بھر گئے ہیں۔ مہمان نوازی کا فریضہ بجالانے والے انہیں بھی لنگر خانے کا کھانا پیش کررہے ہیں۔ گویا جنگل میں منگل ہے۔ صبح سارے مہمان قطاردرقطار جلسہ سالانہ کی کارروائی میں شمولیت کے لئے رواں دواں ہیں۔ ربوہ کی کشادہ سڑکیں مہمانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ مردوزن اپنی سائیڈ پر چلتے جارہے ہیں۔ ہر کوئی اپنی راہ پر غضِ بصر سے کام لے کر چلتا جارہاہے۔

امن و آشتی کی فضا دیکھنے میں آرہی ہے۔ افسر مہمان نوازی جلسہ سالانہ کی جانب سے مقررہ وقت کی پابندی کرتے ہوئے رات ایک بجے تنوروں میں روٹی پکنا شروع ہوچکی ہے۔ نہ صرف لانگری بلکہ پیڑے بنانے والی خواتین بھی جو رات کہیں لنگر خانہ کے کسی کمرہ میں اپنی کمریں سیدھی کر چکی ہیں۔ تنوروں پر آبیٹھی ہیں۔ روٹیاں پک پک کر نکل رہی ہیں۔

لنگر خانوں میں کھانا پکائی کی ڈیوٹی والے افراد بھی آموجود ہوئے ہیں۔ سکول اور کالج کے طلباء ہر تنور کی روٹیاں گن گن کر ڈھیریاں لگا رہے ہیں تاکہ ہر لانگری کو ایک بار تنور تاپ کر جتنی روٹیاں پکانے کا ٹارگٹ دیا گیاہے۔ اتنی تعداد پوری کی ہے یا نہیں گویا ساری بستی کی فضائیں سردیوں کی طویل راتوں میں بھی آباد ہیں۔ جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیوں پر مامور ہر چھوٹا بڑا اپنی اپنی ذمہ داری بجالانے میں سرگرم ہے یہاں تک کہ صبح کی اذانیں کانوں میں رس گھولنا شروع کرچکی ہیں۔ یہ ہیں بہاریں جن کے لوٹ آنے کی آرزو کو موصوفہ نے اپنے کلام میں سمویاہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزا

غلام احمد کی جے

والدین کا بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلق

سلطان نصیر احمد

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا (الفرقان[۲۵]:۷۵)

اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور متقی بنانے کے لئے دعاؤں کے ساتھ ساتھ، ان کی عمدہ تربیت کرنا نہایت ضروری ہے جبکہ ان کی بہترین تربیت کے لئے، ان کے ساتھ دوستانہ تعلق ہونا بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ ہر بچہ اچھے کام پر تعریف اور کسی پریشانی کی صورت میں حل چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی اسے سراہنے والا ہو یا کوئی ڈھارس بندھانے والا ہو۔ اب اگر تو اسے ایسا کوئی اپنے گھر میں والدین کی صورت میں مل جاتا ہے تو حالات ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن جب گھر والے پوری توجہ نہ دیں، دوستانہ ماحول نہ ہو، ضرورت سے زیادہ سختی ہو تو بچے اپنی بات بتاتے ہوئے گھبراتے ہیں اور گھر سے باہر رجوع کرتے ہیں۔

بچوں کی تربیت محبت وپیار اور حسن سلوک کے ساتھ کرنی چاہیے

بچوں کی عمدہ تربیت اور گناہوں سے نجات، دراصل خدا کے فضل پر موقوف ہے، بچوں کی تربیت محبت وپیار اور حسن سلوک کے ساتھ کرنی چاہیے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الرحمۃ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بچوں سے رحم کا سلوک نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے حق کا پاس نہیں کرتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہدایت اور تربیتِ حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے۔ فرمایا:

ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔"

(ملفوظات جلد ا صفحہ ۳۰۹)

ذاتی توجہ اور براہِ راست مکالمہ

بچوں سے گفتگو اور ان سے قربت ضروری ہے۔ ہر بچہ ذاتی توجہ چاہتا ہے۔ والدین کی تمام تر احتیاط کے باوجود معاشرے میں موجود شر اور برائیوں کا آپ کے بچے تک پہنچنا لازمی ہے۔ یہ بچے سے آپ کا ذاتی تعلق ہے جو انہیں ان برائیوں کے اثرات سے بچالے گا۔ بچوں سے آپ کا دوستانہ تعلق اور براہِ راست مکالمہ وہ ذریعہ ہے جس سے آپ ہر برائی کے بارے میں ان کے ساتھ کھل کر گفتگو کر سکیں گے اور انہیں یہ بتا سکیں گے کہ یہ چیزیں ہماری مذہبی اور تہذیبی اقدار کے خلاف ہیں۔ اس کے بغیر آپ کے بچے اپنے تجسس کو دور کرنے کے لیے ناسمجھ دوستوں، بیہودہ کتابوں اور دیگر ایسے ذرائع سے رجوع کریں گے جو ان کی ذہنی اور عملی گمراہی کا سبب بنیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) فرماتے ہیں:

"اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں کر سکیں۔ اس لئے ماں باپ دونوں کو بہرحال قربانی دینی پڑے گی۔"

(خطبات مسرور جلد ا صفحہ ۱۴۹، ۱۴۸)

دور جدید کی ایجادات اور والدین کا کردار

دورِ جدید میں ایک مسئلہ یہ پیدا ہو چکا ہے کہ بچوں کا اکثر وقت والدین سے زیادہ، ٹی وی، کمپیوٹر کے ساتھ گذرتا ہے۔ میڈیا کے اپنے مفادات ہوتے ہیں۔ ایسے میں اگر آپ اپنے بچے کو صرف ٹی وی پر آنے والے پروگراموں یا کمپیوٹر کے حوالے کر دیں گے تو ان تمام مفادات کے اثرات ان تک پہنچنا لازمی ہیں۔ اسی طرح مغربی تہذیب اور روایات کے بعض منفی اثرات اسی ذریعے سے آپ کے بچوں میں خاموشی سے منتقل ہو جاتے ہیں۔

بچپن سے سیکھی ہوئی چیزوں کا اثر دل پر پڑتا ہے۔اس لئے بچپن سے ہی انہیں ایم۔ٹی۔اے دیکھنے کا عادی بنا دیں، تا کہ وہ خلیفہ وقت کی محبت و الفت اور تربیت سے بچپن میں ہی رنگین ہو جائیں اور ان کی دنیا و آخرت سنور جائے۔

اگر والدین اپنے بچوں کو ایم ٹی اے دیکھنے کا عادی بنا لیں تو بچے کئی قسم کی لغویات سے بھی محفوظ ہو جائیں گے اور اپنے علم کو بھی بڑھانے والے ہوں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”ایسے گھر جہاں محبت کے بندھن مضبوط ہوں وہاں بچوں کے نقصان کا احتمال بہت کم ہوتا ہے، یہ ایک اور بات ہے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں، بعض مائیں جن کو بعض بچوں کے لئے وقت نہ ہو مثلاً کمائی کے لئے ان کو مجبوراً باہر نکلنا پڑتا ہو یا سجاوٹ سے اور سوشل دلچسپیوں سے ہی فرصت نہ ملے، ان کے بچوں کی دلچسپیاں گھر میں ختم ہو جاتی ہیں، کیونکہ ان کو وہاں محبت نہیں ملتی وہ سکولوں میں جاتے ہیں تو سکول کے لڑکے ان سے پیار کرتے ہیں، بعض بد ارادوں کے ساتھ اور غیر ذمہ داری کے ساتھ اور رفتہ رفتہ بچہ گھر سے اکھڑ کر غیروں کا ہوتا چلا جاتا ہے۔مائیں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتی ہیں اور کچھ کر نہیں سکتیں۔کیونکہ ان کا اس میں بہت بڑا قصور ہوتا ہے۔انہوں نے بچوں سے دوستی نہیں کی انہیں پیار نہیں دیا اسے اپنا یا نہیں۔

پس جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مصنوعی طور پر اپنی زندگی کے معیار کو بڑھایا جائے۔یہ بھی ایک خاص قابل ذکر بات ہے۔اگر انسان سادگی سے قانع نہ ہو، اگر انسان پیسے کا ایسا شیدائی ہو کہ خاوند کی کمائی سے گھر کا اچھا گزارہ چلنے کے باوجود عورت ضرور بچوں کو چھوڑ کر باہر نکلے اور اپنی آزاد کمائی کرے تو اس کا خمیازہ اس کے بچوں کے نقصان کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔مجبوریوں کی باتیں الگ ہیں۔بعض دفعہ مائیں مجبور ہوتی ہیں۔بعض دفعہ خاوندوں کے پاس کام نہیں ہوتے اور بیویاں خاوندوں کو پالتی ہیں۔ان خاوندوں بے چاروں کا حال دیکھنے کے لائق ہوتا ہے مگر وہ بھی پھر روزانہ باہر نکل جاتے ہیں کم سے کم اتنی شرافت تو کریں کہ بیوی کی کمائی کھا رہے ہیں تو بیوی کی ذمہ داریاں بھی قبول کریں۔لیکن گھروں میں بیٹھنے کی بجائے بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے، خصوصیت سے جب بچے سکولوں سے واپس آتے ہیں اس وقت وہ توجہ کے محتاج ہوا کرتے ہیں۔ان کو ٹیلی ویژن کے سامنے پھینک کر ماں باپ سمجھتے ہیں کہ کمال ہو گیا۔بچے ہمارے گلے سے اترے اور ٹیلی وژن نے انہیں سنبھال لیا۔کس ٹیلی وژن نے انہیں سنبھالا۔یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کسی کو امن کی جگہ سے اٹھا کر شیر کی غار میں دھکیل دیا جائے۔ٹیلی ویژن بچے دیکھیں گے، اس سے روکا نہیں جا سکتا لیکن پیار اور محبت کے ساتھ بٹھا کر اچھے پروگرام دکھانا، برے پروگراموں سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کرنا اور اپنی توجہ اتنی دینا کہ ان کے ساتھ آپ کھیلیں، ان کے ساتھ دلچسپی کی باتیں کریں، ان کو اپنائیں، اپنے سے تعلق بڑھائیں۔ایسے بچے جن کا محور گھر بن جاتا ہے جن کی دلچسپیوں کا مرکز ماں باپ اور بہن بھائی ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ضائع نہیں ہوا کرتے۔

چنانچہ انگلستان میں مجھے ایک لمبے عرصہ سے ٹھہرنے کا موقع ملا ہے میں کثرت کے ساتھ وہاں خاندانوں کے حالات جانتا ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ جہاں بھی ماں باپ نے بچے کو پیار دیا ہے اور ماں باپ کا احترام ان کے دلوں میں قائم ہے وہاں وہ بچے کبھی بھی غیر معاشرے سے مرعوب نہیں ہوتے۔بلکہ بڑھ بڑھ کر دوسروں سے باتیں کرتے ہیں۔مجھ سے بعض ماں باپ نے ذکر کیا کہ استانیاں شکایتیں کرتی ہیں کہ یہ ہمیں تبلیغ کرتے ہیں اور ہم انھیں بات سمجھائیں تو آگے سے ہمیں سمجھانے کے لئے دوڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ سربلند ہیں۔ان کو کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا جہاں توجہ میں کمی آجائے گی، پیار میں کمی آجائے گی، احترام میں کمی آجائے گی، وہاں

ضرور خرابیاں پیدا ہوں گی۔"
(الازھار لذوات الخمار جلد دوم حصہ اول، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا مستورات سے خطاب،۱۷/اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص ۳۱۴، ۳۱۵)

بچوں کو خوش رکھنا چاہیے

والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں سے محبت کریں، ان سے دوستانہ تعلق رکھیں اور انہیں خوش رکھیں۔ بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلق بنانے اور انہیں خوش رکھنے کے کئی طریقے ہیں مثلاً بچوں کے ساتھ کبھی کبھار ان کے کھیل میں شریک ہونا، بچوں کے ساتھ کہیں گھومنے جانا، باہر کھانا کھلانے لے جانا، ان کی جائز و ننھی خواہشات کا پورا کرنا، ان کی من پسند شَے تحفے میں دینا، گھر میں خوش گوار ماحول رکھنا، ان کے ساتھ اچھے اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آنا، مزاحیہ باتیں کرنا، کبھی کبھار کوئی ایسا لطیفہ سنانا جس سے وہ خوش ہو کر بے اختیار ہنس پڑیں لیکن مزاح میں بھی جھوٹ کا دخل نہ ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے یہ بھی بخاری ہی کی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حسن بن علیؓ کو چوما تو پاس بیٹھے اقرع بن حابس تمیمی نے کہا کہ میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں نے کسی کو کبھی نہیں چوما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ پس بچوں کو جو پیار کرنا ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔ چھوٹے بچوں کو بھی اور بڑے بچوں سے بھی آپؐ ہمیشہ پیار فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو اہل بیت کے بچے بھی آپ کے استقبال کے لئے آتے۔ ایک دفعہ جب آپؐ سفر سے آئے تو سب سے پہلے مجھے آپ تک پہنچایا گیا۔ آپ نے مجھے گود میں اُٹھالیا۔ پھر حضرت فاطمہؓ کے دو بیٹوں امام حسنؓ یا امام حسینؓ میں سے کسی ایک کو لایا گیا تو آپ نے اسے بھی اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اس طرح مدینہ منورہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ ایک اونٹ پر ہم تین سوار تھے۔

اب اونٹوں کا زمانہ تو نہیں رہا لیکن بچوں کو پیار سے اپنے ساتھ بٹھانا، اگر وہ سواری کرتے ہیں تو سواری پر بٹھالینا، موٹر چلاتے ہیں تو موٹر میں گود میں بٹھالینا یہ بھی سنت نبوی کے مطابق ہے۔ میں بھی بچپن میں اس سنت پر عمل کیا کرتا تھا اور موٹر چلاتے ہوئے اپنی بچیوں کو باری باری اپنی گود میں بٹھالیا کرتا تھا۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ کی روایت ہے آپ بچوں کو گود میں اُٹھاتے ہوئے باہر نکل آیا کرتے تھے اور سیر میں بھی اُٹھالیا کرتے تھے، اس میں کبھی آپ کو تامل نہ ہوتا تھا۔ اگر خدام جو ساتھ ہوتے وہ خود اُٹھانا اپنی سعادت سمجھتے مگر حضرت بچوں کی خواہش کا احساس اور ان کے اصرار کو دیکھ کر خود اُٹھالیتے اور ان کی خوشی پوری کر دیتے پھر کچھ دور جاکر کسی خادم کو دے دیتے یعنی اس طرح اُٹھا کر لئے پھرتے، پھر کچھ دیر کے بعد لوگوں کی خواہش کے پیش نظر کسی ایک خادم کے سپرد بھی کر دیتے۔ صاحبزادی امتہ النصیر کی وفات پر ان کا جنازہ بھی حضور نے اپنے ہاتھوں پر اُٹھایا تھا اور چھوٹے بازار سے باہر نکلنے تک یعنی اڈہ خانہ تک حضور ہی اُٹھائے ہوئے لے گئے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی روایت ہے۔ بارہا میں نے دیکھا اپنے اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپ کو مضطر کر کے پائنتی پر بٹھا دیا اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک اور کوے اور چڑیا کی کہانیاں سنا رہے ہیں اور گھنٹوں سنائے چلے جارہے ہیں، حضرت ہیں کہ بڑے مزے سے سنے جارہے ہیں گویا مثنوی ملاّئے روم سنارہے ہیں۔ حضرت بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف تھے۔ بچے کیسا ہی بسوریں، شوخی کریں، سوال میں تنگ کریں اور بے جا سوال کریں اور ایک موہوم اور غیر موجود شئے کے لئے حد سے زیادہ اصرار کریں، آپ نہ تو کبھی مارتے ہیں اور نہ جھڑکتے ہیں اور نہ کوئی خفگی کا اظہار کرتے ہیں۔

بچوں کو اچھی کہانیاں بھی سنانی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق روایت ہے آپ نے فرمایا اچھی کہانی سنا دینی چاہئے اس سے بچوں کو عقل اور علم آتا ہے۔ میں بھی اردو کلاس میں بعض کہانیاں بچوں کے لئے سنایا کرتا تھا اور خود ہی بنا بنا کے سنا دیتا تھا۔ بہت بچے دلچسپی لیتے تھے۔ اس سے اُردو بھی آجاتی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت پر بھی مجھے عمل کرنے کی توفیق مل جاتی تھی۔

(الازھار لذوات الخمار جلد دوم حصہ اول، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا مستورات سے خطاب،۲۵/ اگست ۲۰۰۱،ص ۶۸۸تا ۶۹۰)

بچوں اور والدین میں باہم اعتماد کا تعلق ہو

بچوں کے قریبی دوست بن کر ان کو اعتماد میں لیں، گھر میں حکمران بن کر رہنے کی بجائے اولاد کے دوست بن کر رہیں، بچوں کی نفسیاتی کیفیات کو سمجھنے کی کوشش کریں، ہنستے ہنساتے بچے کے چہرے پر اگر افسردگی کا عنصر غالب نظر آئے تو قریبی دوست بن کر وجہ جاننے کی کوشش کریں۔ بچے کو اپنا درد بیان کرنے میں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اگر شفقت سے کوشش کی جائے گی، تو یقیناً مسئلہ کے حوالے سے آگاہی حاصل ہوگی اور اس کو بہترین انداز میں حل کیا جا سکے گا۔

کچھ ان کی مانیں کچھ اپنی منوائیں تاکہ انہیں احساس ہو کہ والدین کے نزدیک ان کی اہمیت ہے، کسی کے سامنے انہیں ڈانٹیں نہیں ،ان کے سامنے لڑائی جھگڑا نہ کریں، اکثر بچے والدین کی آپس کی ناچاقی سے اور دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ سے احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، بچوں کو پر سکون ماحول دیں اور برداشت اور تحمل کا مظاہرہ کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

وہی اولاد بچتی ہے اور اسی کی تربیت کی ضمانت دی جاسکتی ہے جس کو گھر میں پیار اور محبت کا اور اعتماد کا ماحول میسر ہو۔ ورنہ آپ کے بچے آپ کی کوکھوں سے جنم لے کر غیروں کی گودوں میں جانا شروع ہو جائیں گے اور ان کی گودوں میں پلیں گے آپ واویلا کریں گی اور وہ آپ کے نہیں بن سکیں گے۔ بچپن کا وقت ہے جو غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، اس وقت آپ ان کو سنبھالیں اور اس وقت ان کو پیار دیں، اس وقت ان کو اپنائیں اور یہ اسلامی گھر ہے جس کو نمونے کے طور آپ نئی آنے والی بہنوں کو آپ فخر سے دکھا سکتی ہیں، کہہ سکتی ہیں کہ جو تم نے چھوڑا ہے اس سے بہت کچھ زیادہ پالیا اور تمہارے مستقبل کی حفاظت اس ماحول میں ہے۔"

(الازھار لذوات الخمار جلد دوم حصہ اول، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا مستورات سے خطاب مؤرخہ ۲/ جون ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۹۳)

الغرض کتنی ہی مصروفیات کیوں نہ ہوں، بچے والدین سے ہی سب سے زیادہ قریب ہونے چاہئیں۔ اگر یہ فاصلہ بڑھ رہا ہے، تو والدین کو فکر کرنی چاہیے۔ والدین اپنے دوستانہ رویے کے ذریعے اولاد کی احسن رنگ میں تربیت کر سکتے ہیں۔ خصوصاً ماں کا کردار بے حد اہم ہے، کیوں کہ ماں بچے کی کیفیت اس وقت بھی جان جاتی ہے، جب وہ کچھ کہنے کے قابل بھی نہیں ہوتا۔

کیا ہی اچھا ہو کہ تمام والدین، آجکل کے ماحول میں اپنی اولاد کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھیں، ان سے پیار والے لہجہ میں مسئلہ و پریشانی پر بات کریں اور غصّہ کرنے کی بجائے حل تلاش کرنے میں ساتھ دیں۔ اسی طرح ان کی اچھے کاموں میں تعریف کریں اور انہیں حوصلہ دیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے، اپنی اولاد کی بہترین تربیت کے تمام تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟

۳۹(الزمر):۳۷

میرے والد محترم کا قبولِ احمدیت

بلقیس فاطمہ، نارتھ ایسٹ۔ کیلگری

میرے والد محترم کا نام لیفٹینیٹ (ر) غلام سرور ہے وہ چکوال ضلع جہلم میں 1934ء میں پیدا ہوئے۔ تمام بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ ابو بتاتے ہیں کہ گھر میں تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ سوائے ایک بہن کے جو کہ پڑھائی میں کافی لائق تھی۔ اسکول شروع کرنے سے پہلے ابو نے قرآن کا دور مکمل کر لیا تھا۔ بچپن میں کتاب 'قصص الانبیاء' پڑھی جو کہ ابو کی پسندیدہ کتاب بن گئی اور کبھی کبھی سوچتے تھے کہ کاش ہمارے زمانے میں بھی کوئی نبی ہوتا۔ ابو کے گھر میں خاندان میں دور دور تک بھی کوئی احمدیت کے نام سے واقف نہیں تھا۔

1950ء میں ابو نے پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ پھر نیوی میں بھرتی ہونے کے لئے کراچی تشریف لے گئے۔ ایک مشکل امتحان میں اول نمبر پر آنے کے بعد پانچ سال کی ٹریننگ کے لئے یو کے چلے گئے اور وہاں پر تین سو شاگردوں کی کلاس میں ابو نے پہلی پوزیشن کے ساتھ اے لیول کے امتحان پاس کئے۔

06.09.1959 میں شادی والدہ محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ سے انجام پائی جن کا تعلق ضلع جہلم سے ہے۔ والدہ کے خاندان سے بھی دور دور تک کسی کا احمدیت سے واسطہ نہ تھا۔

ابو بتاتے ہیں کہ شروع میں وہ نمازوں یا تلاوت کی طرف خاص دھیان نہیں دیتے تھے لیکن روزے رکھنے کا شوق تھا۔ ایک عام سے سُنی مسلمان تھے اور کتابوں کے مطالعہ کا کافی شوق تھا۔ ابو کی والدہ پیر گولڑہ (پنڈی کے نزدیک) کی کافی مرید تھیں۔ جب ابو یو کے میں تھے تو وہاں انہوں نے ایک چیز سیکھی جو کہ تھی 'لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ' (دین میں جبر نہیں) اور اس پر ان کا ایمان کافی پختہ تھا۔ پھر جب ابو پاکستان واپس آئے تو محسوس کیا کہ مسلمان کھانے پینے، لباس، بول چال وغیرہ میں کافی حد تک انگریزوں کی نقالی کرتے ہیں۔

پھر ابو کو 'تفہیم القرآن' پڑھنے کا موقع ملا جو کہ مودودی صاحب کی تحریر تھی۔ اس تفسیر نے ابو کو بہت متاثر کیا اور وہ جماعتِ اسلامی میں دلچسپی لینے لگے۔ شمولیت اختیار نہیں کی مگر مودودی صاحب کی ساری کتابیں پڑھ رکھی تھیں اور جماعتِ اسلامی کے کافی لوگوں سے جان پہچان تھی۔

اس وقت تک ابو پانچوں وقت کی نمازوں میں حتّٰی کہ تہجد میں بھی پابندی کرتے تھے۔ پھر 71-1970 میں عمرہ اور حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ واپس آکر پاکستان میں ایک نیا گھر خریدا جو کہ مسجد کے قریب تھا۔ نمازوں میں باقاعدگی دیکھ کر وہاں کا امام مسجد آپ سے ملنے لگا اور ہفتے میں ایک دو دفعہ لازمی گھر پر چکر بھی لگالیتا تھا۔ ایک دن اس نے ابو کو کتاب 'حیات احمد' جلد دوم، حصہ سوم دی جو کہ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ کی تحریر تھی اور بولنے لگا کہ دیکھو کیا فضول لکھا ہے۔ ابو بتاتے ہیں کہ میں نے وہ کتاب پڑھی تو دو چیزیں صاف سمجھ میں آگئیں۔ ایک تو یہ کہ یہ جس کے بارے میں ہے وہ کوئی عام انسان نہیں اور دوسرا یہ کہ یہ جھوٹا نہیں۔ یہ زندگی کا اہم ترین موڑ تھا۔ پھر ابو نے حضرت مسیح موعودؑ کی تقریباً ساری کتب پڑھیں اور لاہوری جماعت سے رابطے میں رہے لیکن خلافت کا مسئلہ ابھی بھی سمجھ سے بالا تر تھا اور ابو لاہور اور ربوہ کی جماعتوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے بہت رو رو کر دعائیں کیں کہ اللہ سیدھا راستہ دکھا دے کہ ان دونوں میں سے کون سی جماعت سچی جماعت ہے۔

پھر ابو یو کے تشریف لے گئے لیکن اس وقت یہ نہیں پتا تھا کہ امام جماعت احمدیہ وہاں ہوتے ہیں۔ مسجد فضل گئے اور وہاں امام مسجد عطاء المجیب راشد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ابو نے ان کو اپنی پریشانی بتائی جس پر انہوں نے ابو کو دو کتابیں دیں جن کو پڑھ کر رہی سہی پریشانی ختم ہو گئی اور پتہ لگ گیا کہ اصل میں بھٹکے ہوئے تو خود یہ مولوی ہیں اور جماعت احمدیہ خدا کی سچی جماعت ہے۔ پھر ابو نے 12 جولائی 1988 کو بیعت فارم پُر کیا اور ہفتہ بعد حضرت مرزا طاہر احمدؒ سے مصافحے کا شرف حاصل کیا اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں۔ یہ تھا ابو کا جماعت احمدیہ میں داخل ہونے تک کا سفر۔ احمدی ہونے کے باوجود ابو نے کبھی اپنی بیوی

اور بچوں پر جماعت میں شمولیت کے لئے زور نہیں ڈالا۔ سب مطالعہ کرکے اور اطمینان قلب پانے کے بعد ہی الگ الگ وقتوں میں جماعت میں شامل ہوئے۔ الحمدللہ۔

آج ہمارے ننھیال اور ددھیال میں سوائے ایک رشتہ دار کے کوئی احمدی نہیں لیکن ابو نے ہمیں سمجھایا کہ اس بات کا غم نہیں کرنا کیونکہ جماعت ہمیں ان سے بڑھ کر نیک اور مخلص لوگوں سے ملائے گی۔ اور اب ہم پانچوں بھائی بہن خوش نصیب ہیں کہ ہمارے رشتے احمدی گھرانوں میں ہوئے ہیں اور ہماری اولادیں بھی احمدی ہیں۔

ابو کی تعلیم نے ہمیں اور کافی اور لوگوں کو زندگی کے ہر موڑ پر سہارا دیا ہے۔ ہمیشہ انہوں نے اپنی اولاد کو اچھا پہنایا، اچھا کھلایا، اچھا پڑھایا۔ گھر میں ضرور ایک وقت کی نماز باجماعت پڑھاتے اور قرآن کی تھوڑی سی تفسیر بھی سناتے تھے۔ ایم ٹی اے گھر میں باقاعدگی سے بلند آواز میں چلتا تھا۔ غرض ابو کی رعب دار طبیعت نے تمام گھر والوں کا دھیان جماعتی کارروائیوں کی طرف لگا دیا تھا۔ وقتاً فوقتاً سب کو جماعت سے وابستہ رہنے کی تاکید کرتے رہتے تھے۔

الحمدللہ، میرے والد کی عمر 83 سال ہے اور وہ میری والدہ کے ساتھ آج کل سیلیکن ویلی امریکہ میں اپنے چھوٹے بیٹے کی فیملی کے ساتھ مقیم ہیں۔

اللہ ان کو اور میری والدہ کو بھی صحت مند زندگی دے اور ابو کے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے بہترین فیصلے سے قیامت تک ان کی نسل کو جماعت احمدیہ اور خلافت سے وابستہ رہنے والا بنائے اور ہم ان کے اس احسان سے جو انہوں نے ہمارے اوپر کیا ہے ہمیشہ فیض پانے والے ہوں۔ آمین۔

بشیر احمد رفیق تھا، نہ رہا

طارق احمد مرزا

نیک و مخلص رفیق تھا، نہ رہا — مہربان و شفیق تھا ، نہ رہا

رازہائے درون و عرفاں کا — ایک بحرِ عمیق تھا ،نہ رہا

جانتا تھا کہ بندگی کیا ہے — ایک دانا ، لئیق تھا ،نہ رہا

خوش نصیبی نے جس کو گود لیا — ایک لعلِ عتیق تھا ،نہ رہا

چل رہا تھا جو اس سے وابستہ — ایک عہدِ عتیق تھا ،نہ رہا

آج کیسی خبر دی ہاتف نے — بشیر احمد رفیقؔ تھا، نہ رہا

فدا ماموں

ڈاکٹر پرویز پروازی

ہماری بیوی کے ماموں اور ہمارے سمدھی مکرم ملک فدا محمد جنہیں ہمارے گھر کے سب لوگ ہی ماموں فدا کہتے تھے۔ ۲۷/دسمبر ۲۰۱۶ء کو ۸۷ برس کی عمر میں امریکہ میں رہگزارِ قضا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے دس روپے ماہانہ پر ملازمت شروع کی اور بنک آف امریکہ کے سینئر وائس پریذیڈنٹ اور بینک آف یمن کے مینیجنگ ڈائریکٹر ہو کر وظیفہ یاب ہوئے۔ مرحوم موصی تھے۔ جماعت ورجینیا نے احمدی احباب کی تدفین کے لئے جو قبرستان خریدا تھا اس میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے، آمین۔

فدا صاحب ضلع خوشاب کے ایک گاؤں جوڑہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے مگر صغر سنی ہی میں ان کے والد کی وفات ہو گئی اس لئے ان کی تولیت غیر احمدی رشتہ داروں میں چلی گئی۔ صرف بڑی بہن فاطمہ جو مولانا محمد اسمٰعیل حلال پوری کے صاحبزادے مولانا محمد احمد جلیل سے منسوب تھیں بیاہ کر قادیان آگئیں۔ باقی بہن بھائی غیر احمدی رشتہ داروں میں پلتے رہے۔ میٹرک کے بعد فدا صاحب لاہور آگئے اور آتے ہی اعلان کیا کہ وہ پیدائشی احمدی ہیں اور نظام وصیت میں شامل ہو گئے اور آخر دم تک اس عہد کو نباہا۔ وفات کے وقت ان کے ذمہ وصیت کا کوئی بقایا نہیں تھا۔

لاہور میں آپ نے ملازمتوں کے ساتھ پرائیویٹ طور پر اپنی پڑھائی کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور اکاؤنٹس کی تعلیم کے علاوہ بی اے ایل ایل بی تک تعلیم حاصل کی۔ ملک فتح محمد خاں ٹوانہ کی نصرت ٹرانسپورٹ کمپنی کی ملازمت میں تھے کہ لاہور میں بنک آف امریکہ کی شاخ کھلی۔ لاہور میں اس شاخ کے کھلنے میں فدا صاحب نے بہت تگ و دو کی جس سے متاثر ہو کر بنک آف امریکہ والوں نے انہیں اپنی ملازمت میں لے لیا اور خدا کے فضل سے ترقی کرتے کرتے اسی بنک کے سینئر وائس پریذیڈنٹ کے عہدے تک پہنچے۔ جب اس بنک کو بنک آف یمن کے معاملات سلجھانے کی ذمہ داری سونپی گئی تو اس بنک نے فدا صاحب کو یمن بھیج دیا اور وہیں سے وہ نیشنل بنک آف یمن کے مینیجنگ ڈائریکٹر ہو کر ریٹائر ہوئے اور پھر امریکہ آکر بس گئے۔

ورجینیا کی مسجد مبارک کے لئے فنڈز کی فراہمی، زمین کے حصول، نقشوں کی منظوری اور مسجد کی تعمیر کے سب مراحل میں پیش پیش رہے۔ مسجد مبارک تعمیر ہوئی اور بالآخر ان کا جنازہ اسی مسجد میں مولانا نسیم مہدی صاحب نے پڑھایا۔

ملک فدا صاحب چونکہ غربت کے ماحول سے نکلے تھے اس لئے انتہا کے غریب پرور تھے ان کی آمد کا اکثر حصہ غریب پروری میں صرف ہوتا تھا۔ لاہور میں تھے تو یتامیٰ اور مساکین کا بہت خیال رکھتے تھے یمن چلے گئے تو ایک کثیر رقم صدقہ و خیرات کے لئے اپنے ایک غیر احمدی رفیق کار کو ہر مہینہ بھیجتے تھے اور تاکید تھی کہ کسی کو اس کا علم نہ ہونے پائے۔ یہ سب کچھ جماعتی چندوں اور زکوٰۃ کے علاوہ تھا۔ امریکہ میں مولانا نسیم مہدی صاحب کے قول کے مطابق وقتاً فوقتاً ان سے مستحقین کا اتہ پتہ پوچھتے رہتے تھے اور ان کی اپنے طور پر اور خفیہ طور سے مدد کرنے پر مستعد رہتے تھے۔ جماعتی تحریکات میں بھی ان کا قدم کبھی پیچھے نہیں رہا۔ انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں ایتائے ذی القربیٰ کا بہت لحاظ رکھتے تھے اور اپنے ضرورت مند اقرباء کی ہر ممکن مدد کرنے پر مستعد رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے، آمین۔

راقم الحروف سے ان کا تعلق مولانا جلیل صاحب کی صاحبزادی امتہ المجید سے نکاح کے بعد

شروع ہوا۔ میں پی ایچ ڈی کے سلسلہ میں ہر ہفتہ لاہور جاتا تھا اور بعض اوقات رات کو ٹھہرنا پڑتا تو جودھامل بلڈنگ کے باہر رات کو فٹ پاتھ پر بھی سونا پڑتا تھا۔ فدا صاحب قریب کی جسونت بلڈنگ کے دو کمروں کے مکان میں مقیم تھے۔ اس بات پر بہت تاسف کرتے کہ ان کے پاس گنجائش نہیں کہ وہ مجھے اپنے مکان میں جگہ دے سکیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور وہ گلبرگ کی ایک عظیم الشان کوٹھی میں اٹھ گئے۔ اس کوٹھی کے دروازے ہمیشہ ہم سب کے لئے کھلے رہتے تھے۔ بلکہ ان کے یمن چلے جانے کے بعد کئی برس مَیں ان کی کوٹھی میں مقیم بھی رہا۔ میری بیوی امتہ المجید سے ان کا بہت پیار تھا۔ ان کے سب بچوں کی پیدائش کے وقت وہی ان کے ہاں رہتیں اور زچّہ کی مدد کرتی تھیں اس کا فدا صاحب کو بہت لحاظ تھا۔ وہ ایم اے کرنے لاہور گئیں تو فدا صاحب انہیں اپنے ہاں رکھنے پر مصر رہے مگر انہیں اپنی پڑھائی کی وجہ سے یکسوئی درکار تھی جو اس بھرے پرے گھر میں میسر نہ آتی اس لئے وہ ہاسٹل میں رہیں۔ فدا ماموں نے ان کا ہر ممکن خیال رکھا۔ اس خاندان سے ہمارا اگلی نسل کا تعلق بھی ہے۔ میری بیوی کی چھوٹی بہن امتہ النصیر اور ہماری بیٹی امتہ الودود اُن کی بہوئیں ہیں۔

فدا صاحب کے دوسرے بہن بھائیوں میں سے دو بڑے بھائی احمدی نہیں ہوئے چھوٹی بہن امتہ العزیز احمدی ہو کر ربوہ آ گئیں اب وہ ان کے بچے اور شوہر اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہیں۔ ایک بیٹی ایک واقف زندگی کارکن کی بیوی ہے۔ بھائیوں کو اللہ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق نہ دی مگر بڑے بھائی ملک طالب حسین اگرچہ جناب غلام احمد پرویز کے سچے پیروکار تھے مگر احمدیت سے انہیں کوئی بُغض تھا نہ اختلاف۔ ان کا ایک بیٹا لندن والے مولوی عبد الکریم کا داماد ہے۔ بھائیوں سے عقیدہ کے اختلاف کے باوجود احترام اور محبت کا مضبوط تعلق قائم رکھا اور ضرورت مندی میں ان کی دستگیری کرتے رہے اور ان کی خوشی غمی میں پورے شریک رہے۔ ان کے ننھیال اور ددھیال والے بڑی حد تک جماعت سے دُور رہے مگر ان کی والدہ محترمہ ربوہ آ گئیں۔ مولانا جلیل صاحب کے گھر میں رہیں احمدیوں کے اجلاسات اور نمازوں میں شریک ہوتی رہیں وفات کے بعد احمدیوں کے قبرستان میں دفن ہونے کا عندیہ دیا تھا مگر دوسرے دو بیٹوں کی دلجوئی کی خاطر ربوہ میں دفن کرنے کی بجائے گلبرگ میں احمدیوں کے ساتھ دفن کی گئیں۔ ان کا زیادہ قیام بھی اپنے احمدی بیٹے فدا صاحب کے ساتھ ہی رہا۔

ماموں فدا ہمارے ساتھ بہت پیار کا سلوک روا رکھتے تھے۔ یہاں تک تعلق تھا کہ یمن میں تھے کہ ان کی بیٹی محمودہ کے نکاح کا موقع آیا تو راقم الحروف کو بچی کا ولی مقرر فرمایا ہر خاندانی معاملہ میں ہم سے مشورہ لیتے اور حتی الوسع ہماری بات کی لاج رکھتے۔ فرماتے تھے کہ مجھے تم اس لئے عزیز ہو کہ تم ہمارے خاندان کے بڑے داماد ہو مگر بڑی وجہ یہ ہے کہ تم نے بھی محنت کر کے ٹیوشنیں پڑھا پڑھا کر پڑھائی کی ہے اور فٹ پاتھ پر سو سو کر پی ایچ ڈی کا کام کیا ہے اور میرے دل میں اس بات کی بڑی قدر ہے۔ مالی معاملات میں اس قدر محتاط تھے کہ میں جاپان سے اپنے بچوں کے اخراجات کے لئے جو رقم بھیجتا تھا وہ ان کی وساطت سے بھیجتا تھا ہمیشہ ایک ایک پیسے کا حساب مجھے بھیجتے تھے کہا کرتے تھے "حساب جو جو بخشش سو سو"۔ عمر بھر اس مقولہ پر ثابت قدم رہے۔

اپنے بچوں سے انتہا کا پیار تھا۔ جب بچے چھوٹے تھے تو یہ عالم ہوتا تھا کہ ایک بغل میں ایک بچہ ہے دوسری بغل میں دوسرا بچہ ہے اور گھر کے کاموں میں مصروف ہیں۔ پھر ان کی پڑھائی کا وقت آیا تو انہیں اچھے سکولوں میں داخل کروایا۔ اگر ٹیوشن کی ضرورت ہوئی تو ٹیوشن کا بندوبست کیا کہ پڑھائی میں پیچھے نہ رہ جائیں۔ ان کے بڑے بیٹے نے ایم بی اے کا امتحان پاس کیا تو اسے اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ بھیجا پھر تو ایسا اتفاق ہوا کہ سب لوگ ہی امریکہ آ گئے۔ وفات کے وقت تینوں بیٹے اور تینوں بیٹیاں ان کے پاس تھیں۔ بیٹیوں کی شادی میں بھی اپنے کفو کا لحاظ رکھا۔ درمیانہ درجہ کی معیشت والے احمدی خاندان چنے۔ ان کے بچوں کی شادی بیاہ کے اخراجات میں ہمیشہ پیش پیش رہے کہ کسی بچی کو یہ احساس نہ ہو کہ وہ اپنی بچی کی شادی خاطر خواہ طریق سے نہ کر سکے۔ اگلی نسل کے بچوں کے رشتے کرنے کی تگ و دو میں رہتے اور مناسب احمدی رشتوں کا پتہ رکھتے۔ یہ حال بیٹوں کے رشتوں کا بھی تھا۔ اپنے کفو میں بلکہ رشتہ داروں میں سب بیٹوں کو بیاہا۔ پوتوں نواسوں سے بہت پیار تھا۔ ایک پوتا عزیزم فواد احمد جو عزیزم یوسف محمود کا بیٹا تھا پیدائشی طور پر روگی پیدا ہوا تھا

وہ انیس برس تک جیا اور دادا نے انیس برس تک اس کا خیال رکھا وہ بھی دادا کو سب سے بڑھ کر اپنا ہمدرد جانتا تھا۔ اس کی وفات سے بجھ سے گئے تھے مگر اللہ کی رضا پر راضی رہے۔

ماموں فدا کی شادی بابو عبداللہ نائب ناظر بیت المال ربوہ کی صاحبزادی نعیمہ فرحت سے ہوئی۔ میاں بیوی میں کمال کی محبت اور اتحاد تھا۔ ان کی بیگم سارے خاندان میں آپا نعیمہ کے طور پر جانی جاتی رہیں۔ اور وہ بھی اس خاندان میں اس طرح گھل مل گئیں جیسے اسی خاندان میں پیدا ہوئی ہوں۔ اقربا کی نگہداشت میں اگر فدا صاحب سو تھے تو آپا نعیمہ سوا سو تھیں۔ اس باب میں ان کا دل بڑا کھلا تھا۔ بچوں سے پیار اور پھر بچوں کے بچوں سے پیار ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ یمن میں تھے تو سب بچوں کو اپنے پاس بلا کر رکھتے رہے۔ امریکہ آ گئے تو سب بچوں کو امریکہ میں آباد اور شاد رکھا۔ ہر ممکن امداد کرتے رہے کہ کسی بچے کو کوئی دقت نہ ہو۔ سوئے اتفاق سے بڑی بچی کا گھر نہ بس سکا تو اسے ہمیشہ اپنے ساتھ اپنے گھر کا فرد بنا کر دوسروں پر ترجیح دے کر رکھا۔ وہی بچی ان کی دیکھ بھال کرنے والی تھی اور ان کی وفات کا سب سے زیادہ صدمہ بھی اسی نے اٹھایا۔ اپنا گھر اپنی زندگی ہی میں اس کے اور اس کی امی کے نام کر گئے تھے کہ ان کے مرنے کے بعد اس بچی کو بے سہارا ہونے کا احساس نہ ہو بلکہ یہاں قبرستان میں تین قبروں کی جگہ خریدی ایک اپنے لئے ایک اپنی بیوی کے لئے اور تیسری اس بیٹی کے لئے۔ اسی طرح باقی بچوں کو بھی حسب حال ان کی ہر ممکن مدد اور تعاون حاصل رہا ان کے بچوں کے تعلیمی اخراجات اور جب شادی کے قابل ہوئے تو ان کی شادی کے انتظامات میں پیش پیش رہے حالانکہ ان کے والدین مُرَفَّہ حال تھے اور ہیں۔ بڑی بہن بڑے بھائیوں اور چھوٹی بہن کی اولاد کے ساتھ بھی یہی سلوک رہا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس صلہ رحمی کا اجر عظیم عطا فرمائے، آمین۔

ریٹائرمنٹ کے بعد اکثر اوقات جماعتی کاموں میں صرف کرتے تھے۔ کسی عہدہ کی خواہش تھی نہ کبھی کوئی عہدہ قبول کیا ورجینیا کی مسجد کمیٹی والوں نے ان کی خدمات کے پیش نظر انہیں خود اپنا سربراہ بنالیا تو بن گئے اور آخر وقت تک اس ذمہ داری کو بخیر وخوبی نباہا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے دوست بنانے کا ملکہ بخشا تھا اپنی دوستی اور واقفیت کو جماعت کے مفاد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ملک فتح خاں ٹوانہ ایم این اے جن کے ہاں یہ بنک سے پہلے ملازم رہے تھے ایک بار ان کے پاس آئے اور ایک معاملہ میں استمداد کیا۔ کام ایک احمدی مجسٹریٹ سے متعلق تھا جس کو ان کے علاقہ میں انتخابی حد بندی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ماموں فدا بس پر ربوہ آئے مجھے ساتھ لیا۔ ہم بس پر سفر کر کے اس مجسٹریٹ کے پاس گئے جو اتفاق سے میرا جاننے والا تھا۔ اس نے اپنے کاغذات دیکھ کر بتایا کہ جو حد بندی ہو چکی ہے وہ ٹوانہ صاحب کے حق میں ہے اس کا اعلان ہو گا تو ٹوانہ صاحب مطمئن ہو جائیں گے۔ میری طرف سے انہیں بتا دیں کہ میں احمدی مجسٹریٹ ہوں اور احمدی مجسٹریٹ کسی کی حق تلفی نہیں کیا کرتے۔ ہم واپس ٹوانہ صاحب کے گھر سرگودھا پہنچے۔ مجھے اب تک ان کی بات نہیں بھولی۔ فرمانے لگے یہ بات تو مجھے معلوم ہے کہ احمدی مجسٹریٹ ایسا نہیں کر سکتے مگر ہم سیاست دان اپنی عادت سے مجبور ہیں جب تک سفارش نہ کروالیں ہماری تسلی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد فدا صاحب پر ناراض ہوئے کہ بسوں پر سفر کیوں کیا ان کی گاڑیاں کس کام کے لئے ہیں۔ ہماری خوب خاطر تواضع کی، کھانے کے بارے میں ان کا خاص فقرہ اب تک کانوں میں گونجتا ہے۔ ''روٹیاں پک رہی ہیں کھائے بغیر کیسے جا سکتے ہو؟'' پھر تنور سے اترتی ہوئی گرما گرم روٹیاں آئیں ان کے ساتھ دنیا بھر کے قسما قسم کے سالن اور اچار اور مربے۔ ٹوانہ صاحب خود بھی کھانے پر ہمارے ساتھ بیٹھے اور صرف ایک تازہ روٹی لسی کے ساتھ کھاتے رہے کہنے لگے اب ''صرف اتنا ہی رزق دنیا ہمارے نصیب میں رہ گیا ہے''۔ دنیاوی لحاظ سے اس وقت بھی لاکھوں ایکڑ زمین کی ریاست کے مالک تھے۔ پھر ہمیں اپنی گاڑی میں ربوہ بھیجا اور فدا صاحب کو لاہور۔

ان کا بیٹا بھی ایم این اے ہے اور ملک کے مشہور صنعت کاروں میں شمار ہوتا ہے۔ صنعت کاروں کا ذکر آیا تو یہ بھی بتا دوں کہ میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ میاں شریف صاحب کو ان کے پاس بنک میں بیٹھے اور استمداد کرتے دیکھا ہے۔ لیکن ایک بار میں نے فدا صاحب سے نواز شریف سے کسی کی سفارش کرنے کو کہا تو ٹال گئے کہنے لگے ان لوگوں کی باتوں پر نہ جاؤ یہ صرف اپنے کام کے دوست ہیں۔

اسی طرح ان کے ایک دوست سیاست دان جو یمن میں ان کے رفیق کار رہے تھے سینیٹ کے چیئر مین بنے۔ یہاں امریکہ میں ان سے ملنے آئے ہوئے تھے کہ صدر محترم کو کہیں دورے پر باہر جانا پڑا یہ صدر بن گئے۔ امریکی محکمہ خارجہ والے اپنے تمام صدارتی پروٹوکول کے ساتھ ان کے پاس آئے کہ آپ قائمقام صدر ہیں یہ گاڑیاں آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، انہوں نے کہا میں جس کے پاس رہ رہا ہوں میرے لئے وہی کافی ہے اور میں وہیں رہوں گا۔ مجھے کسی پروٹوکول کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اپنے بیوی بچوں سمیت فدا صاحب کے ساتھ انہی کے گھر میں مقیم رہے۔

ورجینیا جماعت کے سب چھوٹے بڑے ان کے کام کے مدّاح تھے اور ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کی وفات پر چھوٹے بڑے سب تعزیت کے لئے باری باری ان کے گھر آئے۔ جنازہ میں بھی متعدبہ تعداد حاضر تھی اور تدفین کے موقع پر جم غفیر تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی جماعتی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے فضل سے جنت الفردوس میں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے، آمین۔

پولوس

موجودہ عیسائیت کا بانی

تبصرہ کتاب از ڈاکٹر طارق احمد مرزا، آسٹریلیا
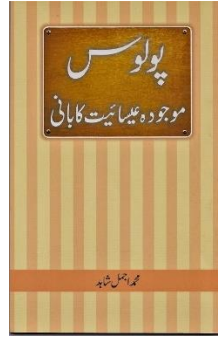
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ،زیر نظر کتاب مروجہ موجودہ عیسائیت کے بانی پولوس کے بارہ میں ہے۔

فاضل مصنف مکرم محمد اجمل شاہد صاحب (سابق امیر و مبلغ انچارج جماعت احمدیہ نائجیریا۔ حال مقیم امریکہ) نے جس طرح اس کتاب میں تاریخی حقائق کو ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل و حوالہ جات کے ساتھ جامع طور پر پیش کیا ہے اس کی بدولت یہ کتاب موجودہ عیسائیت کے بانی مبانی ساؤل یعنی پولوس (المعروف سینٹ پال) کی شخصیت اور ذہنیت کو بے نقاب کرتے ہوئے اس پر بطور محاکمہ ایک "White Paper" یعنی قرطاسِ ابیض کا مقام رکھتی ہے۔ اسے پڑھ کر ایک انصاف پسند اور حق کے متلاشی قاری کے لئے یہ فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہیں رہتا کہ موجودہ عیسائیت جس شکل میں آج رائج ہے، اس کا قرآن کے حضرت عیسیٰؑ یا اناجیل کے اربعہ کے 'یسوع مسیح' کے حقیقی مشن اور تعلیمات سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اسی طرح "پولوس ثانی" یعنی جوزف سمتھ کا تذکرہ اور اس کے پھیلائے ہوئے دجل کا مدلّل تقابلی تجزیہ بھی اس کتاب میں نہایت موزوں طور پر شامل کیا گیا ہے جس نے راقم کے علم کے مطابق اسے اردو میں اس موضوع پہ لکھی جانے والی اولین کتاب کا درجہ بھی دے دیا ہے۔

یہ امر بھی قابل تحسین ہے کہ مصنف نے نہ صرف کتاب میں آسان اور قابل فہم سلیس زبان استعمال کی ہے بلکہ ضروری تفصیلات کو ایسے جامع اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے جس سے قاری کی توجہ اور دلچسپی کتاب کے آغاز سے لیکر آخر تک یکساں برقرار رہتی ہے۔ کتاب کی ضخامت کو آج کل کے مصروف دور کے تقاضوں کے عین مطابق ایک "پاکٹ بک" کے حجم کے برابر رکھا گیا ہے۔

دعا اور امید ہے کہ یہ کتاب داعیان الی اللہ کے لئے ایک ریفرنس کا کام دے گی۔ موضوع کی اہم نوعیت کے حوالے سے مناسب ہو گا کہ کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی دستیاب کر دیا جائے تاکہ وسیع تر پیمانہ پہ حق کے متلاشیان کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔ آمین

ملنے کا پتہ:

ادارہ تحقیق الادیان امریکہ
6248 Stone Hill Ct., Port Tobacco, MD 20677.USA
2660-205-267
majmalshahid@gmail.com

قیمت:3.00$ (امریکی ڈالر)

جشنِ زریں کینیڈا!

مبارکہ ابرار

الٰہی شادمانی کے یہ دن آکر ٹھہر جائیں!
امر ہو جائیں یہ لمحے یہ خوشیاں پھیلتی جائیں!
جماعت کینیڈا کا جشنِ زرّیں ہے مبارک ہو!
ہم اک شایان شاں انداز میں اسکو منا پائیں
کوئی رنجش کوئی تلخی نہ اپنی راہ میں آئے
ہے یہ جشنِ تشکر، یادگار اس کو بنا جائیں
منازل کامرانی کی رہیں زیرِ قدم ہر دم
تو سر درگاہِ ربّی میں سدا جھکتے چلے جائیں
گزشتہ پانچ عشروں کو تصوّر میں اگر لائیں
خدا کی حمد گائیں، شکر کے سجدے بجا لائیں
وطن کو چھوڑ کر آئے تھے سوچا بھی نہ تھا اک دن
یہ قطرے پہلی بارش کے یہاں پھل پھول لے آئیں
یہ دھرتی اجنبی سی تھی سبھی چہرے تھے بیگانے
نہ کوئی غمگسار اپنا کہ جس سے حال کہہ پائیں
دلوں میں خوف کے سائے تہی دست و تہی داماں
خداوندا یہ تیرے ناتواں بندے کہاں جائیں؟
جو اپنے دیس میں مجبور و پا بندِ سلاسل تھے
دیارِ غیر میں یا رب کسی جا تو اماں پائیں!
اگر تائید ربی ہو، خلیفہ کی دعائیں ہوں
تو یہ کمزور و کم مایہ بھی طوفانوں سے بھڑ جائیں!
مصائب جھیلنے والوں سے وعدہ ہے میرے رَبّ کا
خدا کی راہ میں نکلیں، مُراغَم اور ثمر پائیں
قدم بڑھتے گئے اپنے، کشادہ ہو گئیں راہیں
یہی تھی آرزو دل میں کہ سب دکھ بھولتے جائیں
پھر اس ارضِ کشادہ دل نے یوں دامن کو پھیلایا

کہ ہیں جو امن کے خواہاں، مری بانہوں میں آ جائیں
خدا کی مہربانی سے ہوئے یہ مہرباں ہم پر
ہوا ممکن کہ ہم مہر و مروت اور اماں پائیں
یہی پر امن دھرتی بن گئی دوجا وطن اپنا
اب ان گلیوں میں بس جائیں یہیں کے ہو کے رہ جائیں!
سکون و عافیت بھی ہے اماں بھی ہے کشائش بھی
ہے احساں میرے مالک کا ہوں پوری دل کی آشائیں
سدا کھِلتی رہے چہروں پہ نعمت کی یہ شادابی
سدا ہنستی رہیں آنکھیں سدا یہ ہونٹ مسکائیں!
محمدؐ کے لیے دل جیت لیں سارے زمانے کے
یہی عزمِ جواں لے کر جہاں میں پھیلتے جائیں
نہ طوفانوں سے گھبرائیں نہ برفانی فضاؤں سے
زمیں کے آخری کونوں میں بھی پیغام پہنچائیں
نہ ہو نفرت کسی سے بھی محبت سب طرف بانٹیں
جو ہم سے دور ہیں اب تک انہیں نزدیک لے آئیں
کریں حسنِ عمل سے اپنے دشمن کو بھی گرویدہ
ہم اپنے میزبانوں کے دلوں میں بھی سما جائیں
ہم ان پچاس سالوں میں ہوئے شیر و شکر باہم
ہماری میزبانی کا خدا سے یہ صِلہ پائیں!
ہم آنے والے برسوں میں بنیں یک جان و دو قالب
خلوص و مہر و الفت میں سدا بڑھتے چلے جائیں!
خدائے ذوالعجائب اپنی قدرت سے یہ دِکھلا دے
کہ یہ اجلے پرندے اب قطار اندر قطار آئیں!
خدا کی مہربانی کی فراوانی ہو یوں اِن پر
مسیحائے زماں کے ماننے والوں میں آجائیں!

(آمین)

اک عنبر بار تصور نے یادوں کا چمن مہکایا ہے

امۃ الباری ناصر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلنواز شخصیت کے فیضان کا ذکر کرتے ہوئے ایک جھجک مانع ہوتی ہے کہ کہاں ایک خلیفۃ المسیح کا مقام و مرتبہ اور کہاں ایک ذرّہ ناچیز۔ کوئی خاندانی‘ ذاتی، دینی‘ دنیاوی وجاہت نہیں کوئی استحقاق نہیں۔ ایک عاجز خاک نشین، جاہل مطلق اور بیان ایک ہمالہ سے بھی بالا ہستی کا.... کم مائیگی راستہ روکتی ہے پیچھے ہٹنے لگوں تو ضمیر کی آواز ہاتھ تھام لیتی ہے۔ ہولے سے کہتی ہے اپنی نیت ٹٹولو اگر مقصد اپنی ذات کو اُجاگر کرنا ہے تو قلم توڑ دو اور استغفار کرو اور اگر ایک خلیفۃ المسیح کی غیر معمولی عنایات کا ذکر کرنا مقصود ہے تو لکھتی رہو۔ تمہاری یادیں جماعت کی امانت ہیں۔ آج ایسے ہی اندازِ فکر سے حوصلہ پاکر تحریر کی جسارت کر رہی ہوں۔ خاکسار پر آپ کے احسانات کو ایک پیمانہ سمجھ لیجئے اور اس کے تناسب سے ساری جماعت سے آپ کے حسنِ سلوک کا اندازہ لگائیے۔ یہ اللہ تبارک تعالیٰ کے نورانی سلسلے ہیں جن سے وابستگی ذرّوں کو چمکا دیتی ہے۔ اپنی یادوں کے مہکتے ہوئے چمن سے کچھ پھول آپؒ کے خطوط کے حوالوں سے سجا کے پیش کرتی ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرفِ ملاقات

خلافت کے منصب پر سرفراز ہونے کے بعد 29 جولائی 1982ء کو آپ نے کراچی کی بیت الحمد مارٹن روڈ میں خواتین سے خطاب فرمایا اور اجتماعی بیعت لی۔ خاکسار اس بیعت میں شامل تھی۔ پھر آپ نے 1983ء میں کراچی آمد کے موقع پر 14 اور 19 فروری کو لجنہ کو اجتماعی ملاقات کا موقع دیا۔ حضور نے فرمایا کہ ایک ایک خاتون یا خاندان کی انفرادی ملاقات کی بجائے سب کو ایک ساتھ بلا لیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ خواتین اور بچوں کو فائدہ ہو۔ یہ پروگرام بہت اچھا رہا۔ گیسٹ ہاؤس کے لان میں انتظام تھا۔ جو کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پیارے آقا اور بیگم صاحبہ تشریف فرما تھے۔ خاکسار کو آپ کے قدموں میں جگہ ملی۔ صلائے عام تھی کہ جس نے جو سوال کرنا ہے چٹ پر لکھ کر منتظمہ کو دے دے۔ حضور نے خاکسار کے لکھے ہوئے سوال کی عبارت کو سراہا اور مفصل جواب دیا۔ نماز ظہر تک علم و عرفان کا یہ لنگر جاری رہا۔ لگتا تھا ہم کسی آسمان پر بیٹھے ہیں۔ یہ اجتماعی طویل ملاقاتیں بہت ایمان افروز تھیں۔ شام کو انفرادی ملاقاتوں کا بھی موقع ملا۔ میں سوچ رہی تھی کہ حضور سے کس حوالے سے اپنا تعارف کرواؤں جب میری باری آئی تو میں نے عرض کیا کہ حضور میں امۃ الباری ناصر ہوں۔ ایک دم فرمایا: اچھا کیا ہوا آپ کے میاں کی پروموشن کا؟

میں حیرتوں کے بھنور میں گھوم گئی حضور نہ صرف نام سے پہچان گئے بلکہ چند دن پہلے لکھے ہوئے دعا کے خط کا مضمون بھی مستحضر تھا۔ سچ ہے خلیفہ خدا بناتا ہے اور جسے چن لیتا ہے اُس کی صلاحیتوں میں بے شمار برکتیں ڈال دیتا ہے۔ مجھے ہوش ہی نہیں رہا کہ اور کیا بات کروں۔ میں تو کہیں غائب ہو چکی تھی ایک مجسمہ تھا عقیدت و محبت کا جو بک چکا تھا۔ کسی کے نام ہو چکا تھا۔

1984ء میں بھی حضورِ انور کی کراچی آمد پر اجتماعی ملاقات میں شریک تھی اس کے بعد حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ حضور کو وطن سے ہجرت کرنا پڑی طویل فاصلے حائل ہو گئے مگر یہ کیسے فاصلے تھے جنہوں نے قربتیں بڑھا دیں محبتوں کو جنون کا رنگ دے دیا۔ یہی جنون۔ چودہ سال کے بعد 1998ء میں لندن لے گیا۔ ۱۵/مارچ کو ملاقات کا وقت ملتے ہی عجیب کیفیت ہوئی ایک دم گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ محسوس ہونے لگا کہ میں حضور انور کے سامنے جاؤں گی آپ کو تو آر پار میرے وجود کا نکما پن نظر آجائے گا کیسے پردے ڈالوں کہ میرا اندرونی بوداپن چھپ جائے ؎

سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں نہ کیوں ہوں
بیٹھا ہے بت آئینہ سیما مرے آگے

پہلے ایک مجلسِ عرفان میں شرکت کی اس دن بیعت بھی ہوئی۔ خطاؤں سے ڈھل کر نکھرنے کا احساس لے کر نمازِ مغرب کے لئے نصرت ہال میں جمع ہوئے۔ اپنے دل کے امام کی امامت میں 1984ء کے بعد نماز نصیب ہوئی۔ نماز کے بعد حضرت صاحب کے دفتر کے کمرۂ انتظار میں بے قابو دھڑکنوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ دل میں سالوں سے سمیٹ سمیٹ کر ترتیب سے رکھے ہوئے سب مسودے گڈ مڈ ہو گئے۔ حضور انور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے میرے پاس درثمین مع لغت اور بچوں کے ساتھ مجالس عرفان (انگریزی) کی ڈمّی (پروف proof

تھی۔لجنہ کراچی کی تین نئی شائع ہونے والی کتب تھیں اور کیمرہ تھا۔اندر گئی تو جیسے پوراوجود آنکھیں بن گیا مگر وہ بھی چندھیا گئیں۔پیارے حضور ہشاش بشاش تھے اس سے بہت زیادہ جو سکرین پر نظر آتے تھے۔آپ اپنی مشفقانہ عادت کے مطابق کھڑے تھے دیکھتے ہی فرمایا۔"کون کہتا ہے آپ پہلی دفعہ آئی ہیں۔آپ تو یہیں ہوتی ہیں ہمارے آس پاس۔اپنے خطوں کی شکل میں اپنی نظموں کے ساتھ،آپ تو ہمارے نزدیک ہی رہتی ہیں۔"وہ روشن چہرہ،مسکراہٹ وہ پیارا جملہ اور دلنواز انداز مجھے کبھی نہیں بھولتا پھر کچھ باتیں شعبہ اشاعت کے حوالے سے ہوئیں۔لجنہ کراچی کی تعریف فرمائی۔ذہن میں تو آپ کی سب باتیں تازہ ہیں مگر بیان کرتے ہوئے خوف آتا ہے کہ آقا کے الفاظ من و عن بیان کرنا ضروری ہے۔

خاکسار نے ہمت کرکے عرض کیا۔یہ درثمین مع فرہنگ کی ڈمی ہے میری بڑی خواہش تھی کہ خود آپ کی خدمت میں پیش کروں۔پیارے آقا نے ہاتھ بڑھا کر ڈمی وصول کی اور فرمایا۔اچھا لے آئی ہیں بہت ضرورت تھی ایک غلطیوں سے پاک،جہاں تک انسانی کوشش ہوسکتی ہے درثمین کی۔

عرض کیا۔حضور آپ دیکھیں گے تو بہت مزا آئے گا۔

فرمایا۔ضرور آئے گا مجھے علم ہے آپ نے کتنی محنت کی ہے۔اس کے ساتھ ہی ڈمی اپنی بائیں جانب بک شیلف میں رکھ لی۔میرے پاس کراچی لجنہ کی بچوں کے لئے کتب تھیں وہ پیش کردیں۔آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

فرمایا۔یہ تو میرے بہت کام آئیں گی بچوں کو پڑھاتا ہوں نا،لجنہ کراچی بہت کام کررہی ہے اور آپ تو روحِ رواں ہیں ماشاءاللہ (اس ضمن میں بہت سے حوصلہ افزائی کے جملے ارشاد فرمائے) پھر میں نے بچوں کے ساتھ مجالسِ عرفان کے انگریزی ترجمے کی ڈمی پیش کی آپ نے فرمایا۔میرے بولنے کی زبان اور لکھنے کی زبان میں فرق کیا ہے،عرض کیا تھوڑا تھوڑا کیا ہے،ڈرتے ڈرتے۔فرمایا'یہ بھی مجھے دے دیں کسی ماہر زبان کو دکھاؤں گا۔'

پھر آپ نے پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کو بلا کر فرمایا۔'یہ کچھ عرصہ یہیں ہیں ان کو کوئی علمی کام دیں خاص طور پر اردو کا' پھر تصویر ہوئی۔

قریباً دوماہ لندن قیام کے دوران کئی مواقع نصیب ہوئے۔محترمہ بی بی فائزہ صاحبہ کی مہربانی سے اردو کلاس میں شرکت کی اجازت مل گئی۔3اپریل کی کلاس میں حاضری ساری عمر یاد رہے گی آپ نے تین دفعہ خاکسار کا نام لیا۔دستِ مبارک سے آئس کریم عنایت فرمائی۔ہفتے کی چلڈرن کلاسز میں بھی حاضر ہوتی رہی۔ایک دن تو بہت مزا آیا۔ایم ٹی اے کے آفس میں کچھ دیر کام کرکے نماز ظہر کے لئے نکلی ہی تھی کہ حضور انور کی نگاہ (لقامع العرب کے بعد واپس تشریف لے جاتے ہوئے) خاکسار پر پڑی۔فرمایا۔

"امۃ الباری آپ یہاں ہیں۔کلاسز میں آیا کریں براہِ راست سننے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔"اس طرح ترجمۃ القرآن کلاسز کی اجازت بھی مل گئی۔جس سے میں نے خوب فائدہ اُٹھایا۔

واپسی کے دن قریب آرہے تھے۔اب ہر نظارے پر آخری نگاہیں ڈالنے لگی تھی اتوار دس مئی کو واپسی تھی آٹھ تاریخ کے جمعے میں حضور پُرنور کی آواز کے ساتھ دل اور آنکھیں بھر جاتی رہیں۔سجدے میں سر رکھا تو یہ سوچ کر بہت روئی کہ پھر نہ جانے کب اللہ اکبر کی یہ مخصوص آواز سننے کو ملے گی۔جمعہ کے دن شام کی "ملاقات" تھی انتظار کے کمرے میں ہی حالت قابو میں نہ تھی۔ملے جلے جذبات سے مغلوب اشک اندر انڈیلنے کی کوشش میں تھی کہ آفس میں جانے کا اشارہ ہوگیا۔آپ نے خوشگوار انداز میں فرمایا کہ دیکھیں آپ کیسی فریش ہوکر جا رہی ہیں۔آئی تھیں تو کیسی جلی کٹی تھیں۔بہر کیف مٹھاس،ٹھنڈک،چاندنی،مامتا سے مل آئی۔نہ جانے کیسے وقت ختم ہوگیا۔تصویر ہوئی،دفتر پر ایک نظر ڈالی باہر جانے والے دروازے کے ہینڈل کو ہاتھ نے مشکل سے چھوڑا۔کیا دیکھا۔کیا سنا۔

نظارے نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

اس کے بعد 2002ء میں لندن جانا ہوا۔حضور انور کی صحت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ناصر صاحب اور خاکسار اندر گئے تو دل کو بہت دھکا لگا مجھے لگا آپ نے پہچانا بھی نہیں۔بمشکل خود کو سنبھال کر باہر آئے ؎

یہ سوچ میں ڈوبا ہوا ٹھہرا ہوا انداز
جیسے کبھی آپس میں تعلق نہ رہا ہو
مجھ سے تو نہیں رُکتے یہ بہتے ہوئے آنسو
کیا بات ہے کیا ہو گیا کیوں مجھ سے خفا ہو

یہ آپ سے آخری ملاقات تھی.........

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے ملنے والے تحائف

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور انور نے

خاکسار کو تین کتابیں اور ایک پین بطور تحفہ عنایت فرمائے۔

گیسٹ ہاؤس سے محترم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نائب امیر ضلع کراچی کا فون آیا۔ آپ کا فون آنا بجائے خود بہت اہمیت کا حامل تھا اس پر اُن کی آواز میں بے انتہا خوشی نے اشتیاق کو مزید ہوا دی۔ میں ہمہ تن گوش تھی بیگ صاحب فرما رہے تھے۔ آپ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحفہ بھیجا ہے۔ یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔ آپ کو اندازہ نہیں یہ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔ حضورؒ نے آپ کو اپنی کتاب دستخط کر کے بھیجی ہے۔ کراچی میں صرف چار کتب آئی ہیں۔ جن میں سے ایک آپ کی ہے۔ آپ منگوالیں۔ نہیں میں آپ کو خود بھجواؤں گا آپ کا تحفہ ہے تحفے کی طرح ملنا چاہیے۔

دل حمد و شکر سے بھر گیا۔ پیارے آقا کی ہر کرم فرمائی مجھ غریب کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ اُن کو دلداری کا ہنر آتا تھا۔ یہ سوچ سوچ کر میں نہال ہو جاتی کہ آقا نے اپنی نئی کتاب A Journey From Facts to Fiction بھجوانے کا اہل سمجھا۔ کتاب ملی تو اس پر دستِ مبارک سے تحریر تھا۔

Amatul Bari and Nasir Sahib

With best regards and good wishes.

M Tahir Ahmed،Frankfurt 29.8.94

خاکسار کے ساتھ ناصر صاحب بھی بے حد خوش تھے۔ حضورؒ نے ایک and کے اضافے کے ساتھ ہم دونوں کی مسرت کا سامان فرما دیا۔

کلام طاہرؒ پر کام کا عرصہ چار پانچ سال بنتا ہے ہر دن نئی اور انوکھی برکتیں لے کر طلوع ہوتا۔ 1995ء جولائی میں کتاب طبع ہوئی تو حضرت صاحب کی خدمت میں ابتدائی طور پر پچاس نسخے بھجوائے۔ حضور کی ذرہ نوازی کا اندازہ لگایئے اگرچہ جانتے تھے کہ میرے پاس طبع شدہ کلام طاہر کے ایک ہزار نسخے موجود ہیں۔ اپنی کتب میں سے پہلی کتاب خاکسار کو دستِ مبارک سے تحریر کر کے ارسال فرمائی۔ آپ نے لکھا۔

عزیزہ امۃ الباری ناصر سلمہا اللہ

یہ پہلا نسخہ ہے جو کسی کو پُر خلوص دعاؤں کے ساتھ بھجوا رہا ہوں۔ ظاہر ہے آپ کا حق فائق ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

(مرزا طاہر احمد) 27.7.95 لندن

اگرچہ اس خوبصورت کتاب کی تیاری کا ہر دن کئی قسم کے انعامات لے کر آتا تھا۔ انتہائی لگن اور شوق سے کام کیا تھا۔ جو بجائے خود راحت کا سامان تھا تاہم پیارے حضور نے جس انداز میں قدر دانی فرمائی ہے بے مثال ہے ؎

میں کیوں کر گن سکوں تیری عنایات
ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے دن رات

اس کے بعد کلام طاہرؒ لندن سے چھپی۔ اُس میں کچھ نظموں کا اضافہ ہوا اور ان کی گلوسری بھی بنائی گئی۔ اس میں بھی تھوڑی سی خدمت کا موقع ملا۔ پیارے آقا نے اس کا ایک نسخہ خاکسار کو اس تحریر کے ساتھ بھجوایا۔

پیاری عزیزہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

کلام طاہر کے تعلق میں آپ کے بہت ہی قیمتی مشورے ملتے رہے ہیں اور بڑی محنت سے آپ نے اس کی گلوسری بنائی ہے اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے حق ادا نہیں ہو سکتا۔ بہر حال میری طرف سے یہ عید کا تحفہ جس میں آپ کا بڑا دخل ہے ذرا تاخیر سے پیش ہے قبول فرمائیں۔

والسلام۔ مرزا طاہر احمد 18-12-2001

یہ حضور رحمہ اللہ کی نگاہ دلنواز تھی کہ آپ نے خاکسار کو صاحبِ قلم بھی بنا دیا۔ حضور کی طرف سے پین کا تحفہ ملنے کا طریق بڑا دلچسپ تھا محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ لندن حضور سے ملنے گئیں تو آپ نے آپا کی عاملہ کے لئے کچھ پین عنایت فرمائے۔ آپا نے اُن میں سے ایک خاکسار کو دیا۔ جس پر بہت خوشی ہوئی میں نے حضورؒ کو شکریے کا خط لکھا۔ پیارے حضورؒ نے جواب میں تحریر فرمایا:۔

”صدر صاحبہ لجنہ نے آپ کو جو پین کا تحفہ دیا تھا وہ انہیں واپس کر دیں.....اب میں آپ کو ایک خوبصورت قلم بھجوا رہا ہوں جو کہ اُمید ہے آپ کے شاعرانہ ذوق کے مطابق ہو گا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

والسلام خاکسار۔ مرزا طاہر احمد

وہ کرتے ہیں احساں یہ احساں ہمیشہ وراثت میں پائی ہے شانِ کریمی
ہیں مردِ خدا میں خدا کی ادائیں وگرنہ میں کیا، میری ہستی ہی کیا ہے!

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ٹیلی فون پر بات کی سعادت

فرض کیجئے کہ آپ ٹیلی فون اُٹھائیں اور دوسری طرف سے آواز آئے میں مرزا مسرور احمد بول رہا ہوں' تو آپ کی کیا کیفیت ہو گی۔ اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ خاکسار فون آنے پر اپنی کم مائیگی اور خلیفۂ وقت کے مقام و مرتبہ کا سوچ کر کس

طرح کپکپا گئی ہو گی۔ پھر اُس زمانے میں جب ہجر و فراق کا دردناک موسم تھا۔ ابھی ایم ٹی اے بھی نہیں تھا صرف خطوط رابطہ کا ذریعہ تھے۔ فون پر بات نصیبوں کی بات تھی۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی اس نعمت کے تذکرے سے جہاں شکر و حمد مقصود ہے وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی شفقت بے پایاں کے ذکر سے خلافت کے احسانات کی تصویر کشی بھی مدعا ہے ع

کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

20 جولائی 1991ء کی بات ہے ہماری صدر صاحبہ آپا سلیمہ میر کی طبیعت خراب تھی خاکسار محترمہ محمودہ امۃ السمیع (پمی) کے ساتھ اُن کی مزاج پُرسی کے لئے گئی۔ ہماری وہاں موجودگی میں اُن کی بیٹی طیبہ کی حضور انور سے دوا پوچھنے کے لئے کال ملانے کی کوشش کامیاب ہو گئی۔ ہم نے بھی سلام کہلایا۔ فرمایا: بات کروا دیں۔ اُس نے پہلے مجھے فون دیا میں نے عرض کیا السلام علیکم آپ نے فرمایا:

وعلیکم السلام 'آپ امۃ الباری ہیں۔ امۃ الباری ناصر، آپ کا بڑا دلچسپ خط ملا ہے۔ میں ابھی آپ کا ہی خط پڑھ رہا تھا۔ بہت لطف آیا ہے آپ نے مجھے لکھا ہے کہ میرے لفظ اور جملے اچھے ہوتے ہیں مجھے لگتا ہے آپ کے زیادہ اچھے ہیں۔ بہت دلچسپ خط ہے۔ (بہت سے تعریفی جملے ارشاد فرمائے) پھر فرمایا: آپ نے لکھا ہے جادو گر ہو میں بھی کبھی کبھی ایسے ہی لکھتا ہوں۔ بلکہ مجھے لگتا ہے سارا خط ہی میں نے لکھا ہے۔ اب آپ آپا سلیمہ سے ملنے آئی ہیں۔ ٹھیک ہے اچھا ہے آپ ان کا دل بہلائیں۔ ان سے باتیں کریں۔ ہاں وہ میں آپ کی روزوں والی بات سمجھ گیا ہوں (لہجے میں بے حد شگفتگی تھی بلکہ تھوڑا تھوڑا ہنس رہے تھے) میں نسیم سیفی صاحب کو لکھ دوں گا کہ آپ کا خط چھاپ دیں آپ بھی انہیں لکھ دیں کہ میں نے اجازت دی ہے۔'

میرے بعد پمی کی بات ہوئی پھر آپا سلیمہ صاحبہ نے فون لیا تو آپ نے فرمایا: آج آپ نے میری اُن سے بات کرادی جن سے میں خود بات کرنا چاہتا تھا۔

روزوں والی بات کی کچھ وضاحت کر دوں ہوا یہ تھا کہ حضور پُر نور نے ایک خط میں کراچی میں خواتین کے ساتھ محافل سوال جواب کا بڑے پیارے الفاظ میں ذکر فرمایا تھا۔ چونکہ اس خط کا موضوع بالعموم ساری ممبرات لجنہ کے لئے خوش کُن تھا۔ اس لئے میں چاہتی تھی کہ یہ خط "الفضل" میں چھپوا دوں کیونکہ اُن دنوں حضور انورؒ کے خطوط چھپ جایا کرتے تھے۔ میں نے سیفی صاحب سے ذکر کیا تو آپ نے کہا حضور نے اپنے خطوط چھاپنے منع فرمادئے ہیں۔ میں نے حضور کو خط میں لکھا تھا کہ جب ہمیں اتنا اچھا خط آیا تو آپ نے خطوط چھاپنا منع فرما دیا ہے۔ ٹھیک ہے "غریباں روزے رکھے تے دن وڈّے آئے۔" حضور پُر نور نے اس محاورے کا بہت لطف لیا۔ نہ صرف داد دی بلکہ از خود نسیم سیفی صاحب کو ہمارا خط چھاپنے کا لکھ دیا جو صفحہ اوّل پر شائع ہوا۔

ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ فون پر کی ہوئی بات من و عن یاد نہیں رہتی میری عادت ہے کہ اہم باتیں فوراً لکھ لیتی ہوں ورنہ بعد میں بھول جاتی ہیں یا پیغام رسانی کے پیغام کی طرح کچھ کا کچھ بن جاتی ہیں۔ تاہم بات کرنے کے فوراً بعد لکھنے سے بھی لفظ اپنے ہی ہوتے ہیں جو یادداشت کا سہارا لے کر زیادہ سے زیادہ ٹھیک لکھنے کی سچی کوشش ہوتی ہے۔ اور پیارے حضور کی باتیں تو لوحِ دل پر نقش کالحجر ہیں۔ اس قدر خوشی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے حضور کو خط لکھا کہ دل نہیں بھرا تھا زیادہ بات کرنا چاہتی تھی مگر جھجک تھی۔ خط لکھا تھا مگر یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ اس کے جواب میں حضور خود فون کر لیں گے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی مہربانی سے 25 ستمبر 1991ء کا دن ایک یادگار دن بن گیا۔

یہ بہت خوبصورت دن تھا بڑی بیٹی مصور شادی کے بعد پہلی دفعہ کینیڈا سے آئی تھی ہم اُس سے باتیں کئے جا رہے تھے تصویریں دیکھ رہے تھے کسی کا بھی اُٹھنے کا دل نہیں کر رہا تھا۔ ناصر صاحب پہلی دفعہ Cordless فون لائے تھے۔ میں نے پوچھا کب سیٹ کریں گے تو جواب دیا جب حضور کراچی تشریف لائیں گے تو گھر پر بلائیں گے پھر یہ فون لگاؤں گا یہ گھر کے بے تکلف ماحول کی عام سی بات تھی۔ جو ایک رنگ میں پوری ہو گئی۔ پھر بچوں کے اصرار پر فون لگا دیا پہلا فون حضور کا آیا۔ فون کی گھنٹی بجی چھوٹی بیٹی شافی نے فون لیا۔ پھر مجھے بلایا کہ امی آپ کا فون ہے۔

میں نے فون لیا تو ایک مانوس سی رس گھولتی آواز سنائی دی 'الفضل' میں آپ کی نظمیں پڑھتا ہوں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ بہت لطف لیتا ہوں۔ اچھا کہتی ہیں۔ کہاں سے سوجھتی ہیں آپ کو اتنی اچھی باتیں۔ کمال کر دیتی ہیں ایک مصرع کے بعد مضمون دوسرے مصرع میں اتنا اُٹھ جاتا ہے...۔

آپ کون بول رہے ہیں؟

مجھے پوچھنا اچھا بھی نہیں لگ رہا تھا لہجے میں بے حد اپنائیت تھی۔ مگر فون پر نظموں کی پیاری داد دینے والا کون ہے یہ جان کر ہی بات آگے بڑھ سکتی تھی۔

فرمایا: آپ لکھتی ہیں کہ جی بھر کے بات نہیں ہو سکی دیر تک کرنے کی

خواہش ہے اور اب میں نے فون کیا ہے تو پہچانتی نہیں اور پوچھ رہی ہیں آپ کون ہیں؟

عرض کیا۔ حضور یہ آپ ہیں۔ آپ میرے حضور ہیں۔ آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔؟

یہ سوال بے تکا سا تھا جس کا احساس جلد ہی ہو گیا۔ میں نے اسپیکر آن کر دیا تاکہ بچے بھی اس تاریخی موقع پر حضور کی آواز سن سکیں مگر میرے سوال نے حضور کو جذباتی کر دیا۔

فرمایا: میں لندن سے بول رہا ہوں۔ آپ کیا سمجھ رہی ہیں کہ میں کراچی آ گیا ہوں۔ کراچی تو میں صرف خوابوں میں آ سکتا ہوں۔

ان الفاظ کے ساتھ آپ کی آواز رندھ گئی اور پھر بہت سارے سیکنڈ ایسے گزرتے گئے کہ آپ کی آواز ہی نہیں آئی۔ مجھے یہ بھی لگا کہ شاید فون کٹ گیا ہے مگر دل کہہ رہا تھا نہیں جذبات پر قابو پایا جا رہا ہے۔ پاکستان آنے کے ذکر پر یہ کیفیت ہوئی ہے۔ پھر آواز آئی۔

فرمایا: آپ نے 'المحراب' کے لئے جو مضمون لکھا ہے۔ واقعی جان ڈال دی۔ منظر زندہ ہو گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے سامنے بیٹھ کر بات کر رہے ہیں۔ پھر سے سب کچھ سامنے آ گیا آپ خوب لکھتی ہیں۔

عرض کیا جزاک اللہ سب آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ حضور میں اس وقت بہت خوش ہوں بس نہیں چلتا کس طرح اس وقت کو محفوظ کر لوں۔

فرمایا: ہاں وہ لجنہ والی نظم بھی بہت مزے دار ہے۔ میں نے آپ کو لکھا تھا نا کہ اس کی مرمت لگا رہا ہوں۔ وہ تیار ہو گئی ہے مصروف ہو گیا تھا اس لئے بہت دیر ہو گئی۔ اچھا میں آپ کو دو تین بند سنا دیتا ہوں ؎

میک اَپ ہی کیا ڈھب سے نہ زلفوں کو سنوارا
روٹی آئی نہ کام اور نہ مسکارا بچارا
دھن سر میں سمائی تھی چلیں لجنہ کے دفتر
ہم جائیں تو کچھ آگے بڑھے کام ہمارا
تھی لب پہ دعا شامل اجلاس ہوں لیکن
توفیق عمل کی بھی ملے باتوں سے بڑھ کر
ہر پیر کو کھلتا ہے یہاں لجنہ کا دفتر

عرض کیا یہ تو بہت اچھی ہو گئی آپ نے تو اس کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔

فرمایا: میں نے اپنی نظم ع 'جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے۔' اپنی آواز میں آڈیو کیسٹ میں بھری ہے۔ بالکل چھپ کے الگ بیٹھ کے پڑھی ہے گلا ٹھیک نہیں تھا مگر سمجھ آ جائے گی۔ دو کیسٹس بھری ہیں۔ مردوں میں عبید اللہ علیم صاحب کو بھجوا رہا ہوں اور عورتوں میں آپ کے لئے بھیجی ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ شاعر ہیں آپ ہی سمجھ سکتی ہیں ایک شاعر کی کیفیات۔ کہ کیا کیا گزرتی ہے۔ آواز بہت صاف نہیں ہے گلا خراب تھا مگر آپ سمجھ لیں گی۔ بی کے ہاتھ بھیجی ہے آپ جانتی ہیں بی کو... بی بی باچھی کا بیٹا قمر سلیمان احمد... آپ اُس سے حاصل کر لیں۔ وہ کراچی گیا ہے۔

عرض کیا جی مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ وہ نظم بہت ہی پیاری ہے... حضور میری بیٹی آئی ہے۔

فرمایا: ہاں اُسی نے فون اُٹھایا تھا۔

عرض کیا حضور بڑی بیٹی جو شادی ہو کے ٹورنٹو گئی ہے۔

فرمایا: ہاں ہاں میں ملا تھا اچھا وہ آئی ہے خوش ہے؟

عرض کیا الحمد للہ حضور بچی بہت خوش ہے۔ بہت عزت ملی ہے۔

فرمایا: شکر ہے آپ کو مبارک ہو۔ میں بھی خوش ہوں کہ بیٹی خوش ہے۔

حضور میرے بچوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں، ناصر صاحب کو بھی۔

خدا تعالیٰ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ اب تو آپ خوش ہیں لمبی بات ہو گئی۔ اب تو نہیں کہیں گی کہ لمبی بات نہ ہو سکی اچھا خدا حافظ۔ السلام علیکم۔

11 نومبر 1992ء کی بات ہے۔ صدر لجنہ کراچی محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ نے احمدیہ ہال میں ضروری میٹنگ رکھی تھی۔ ہمارا گھر اُن کے راستے میں پڑتا تھا۔ مجھے ساتھ لے لیا۔ فوراً ہی باتوں کا موضوع 'حضرت صاحب' ہو گیا۔ میں نے باتوں باتوں میں کہا کہ آج کل حضور انور سے پوچھنے کی بہت سی باتیں جمع ہو گئی ہیں خط کا جواب آنے میں بہت وقت لگ جاتا ہے۔ دل کرتا ہے فون کی سہولت ہوتی تو فوراً پوچھ لیا کرتی۔ آپا نے مشورہ دیا کہ سب باتیں لکھ کر فیکس کروا دو۔ (اُن دنوں 'کلامِ طاہر' 'حوا کی بیٹیاں' اور 'جنت نظیر معاشرہ' ترجمے کا کچھ کام ہو رہا تھا)۔ یہ ایسی خواہش تھی جو اللہ تعالیٰ نے فوراً پوری کروا دی۔ اُسی شام میں فون پر صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کا ایک پیغام دینے کے لئے ربوہ کی کال ملانے کی کوشش کر رہی تھی کہ دوسرے فون پر گھنٹی ہوئی۔ اوپر شافی نے فون اُٹھایا۔ کسی نے پوچھا امی کہاں ہیں۔ اُس نے کہا نیچے ہیں۔ نیچے کیا کر رہی ہیں؟ آپ کیا کر رہی ہیں؟ میں

الماری صاف کر رہی ہوں۔شافی نے پوچھا آپ کون صاحب ہیں۔حضور نے بات جاری رکھی۔کیا آپ روز الماری صاف کرتی ہیں۔اچھا امی کو کہیں کہ لندن سے فون ہے۔

اب تو شافی سمجھ گئی کیونکہ انداز میں مٹھاس اور اپنا پن وہ محسوس کر چکی تھی خوشی سے بولی امی امی فون لیں حضور کا فون ہے لندن سے۔فون اُٹھاتے ہی حضور پُر نور کی مانوس آواز میں السلام علیکم سنائی دیا فرمایا آپ امۃ الباری ناصر ہیں؟ جی حضور میری آواز میں لرزش تھی۔آپ نے فرمایا 'میں کئی دن سے آپ سے بات کرنی چاہ رہا تھا لیکن نمبر کہیں لکھ کر بھول گیا۔دیکھئے اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ آپ کا خط آیا اور اُس میں آپ نے نمبر لکھا تھا اب میں نے نمبر ملایا ہے۔درثمین کے الفاظ کے معانی اور کلام طاہرؔ مل گئے ہیں۔آپ نے بہت محنت کی ہے۔آج کل کام بہت زیادہ ہے۔دو تین دن میں دیکھ لوں گا۔مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ کو یونیورسٹی میں اتنے اچھے ریمارکس ملتے رہے ہیں میں تو صرف آپ کی تحریر سے آپ کی صلاحیتوں کا اندازہ لگاتا تھا ماشاء اللہ.....

پیارے حضور نے خاکسار کے لئے از راہِ ذرہ نوازی بہت سے تعریفی جملے ارشاد فرمائے۔میں نے عرض کیا۔حضور ہم آپ کو آج بہت یاد کر رہے تھے۔

اچھا کیا بات ہوئی تھی۔

آج میٹنگ تھی آپا سلیمہ نے مجھے گھر سے لیا تھا میں راستے میں اُن سے کہہ رہی تھی کہ انٹرنیشنل کال کی سہولت ہوتی تو میں حضور سے بہت سی باتیں پوچھتی۔

اچھا، آپ نے یہ کہا تھا۔اب کر لیں ساری باتیں۔

حضور، خطابات لکھوا کر بھجوائے تھے ،ابھی تک آپ نے انگریزی والا اصلاح کر کے نہیں بھیجا۔

فرمایا: کونسا؟ میں نے تو ایک اور خطاب کر دیا ہے۔

امریکہ میں مشی گن والا۔

فرمایا: اچھا ابھی نہیں بھیجا میں پتا کرتا ہوں۔

ٹرانسلیشن ہو گئی ہے جلدی بھجوا دوں گی۔

فرمایا: قریشی صاحب کیسے ہیں؟

الحمد للہ آپ انہیں دعا میں یاد رکھا کریں۔اور صبور کو بھی۔(اس کے رشتہ کی بات چل رہی تھی۔)

فرمایا: ضرور کروں گا۔

حضور، اس بچی نے میٹرک کر لیا۔سلائی کڑھائی کے کورسز بھی کر لئے ہیں۔

فرمایا: خوب۔آپ نے اس کو بہت سکھا دیا ہے۔اچھا علیمؔ صاحب کیسے ہیں۔

ٹھیک ہیں، ربوہ گئے ہیں، آپا حکمی صاحبہ کے بیٹے کی شادی کے سلسلے میں۔

فرمایا: اس کا مطلب ہے پہلے سے بہتر ہیں۔میرا اسلام کہیے۔

حضور، آج سیرت النبیؐ کا جلسہ تھا۔احمدیہ ہال میں مردوں عورتوں کا اکٹھا جلسہ ہوا تھا۔اس میں مَیں نے بھی تقریر کی تھی۔

بہت خوب، مجھے اس کی ریکارڈنگ بھجوا دیں۔اچھا، السلام علیکم، خدا حافظ۔

میں اُسی جگہ بیٹھی تھی جہاں فون کال سے پہلے تھی۔وہی کمرہ اور وہی ماحول مگر مولا کریم نے مجھے ایسے عالم میں پہنچا دیا جہاں ان سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش میں شرابور ہو گئی۔

10 جولائی 1993ء رات پونے گیارہ بجے ہم ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے اپنے بچوں مصور اور منصور سے کال ملانے کی کوشش کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی ناصر صاحب نے فون اُٹھایا۔دعا سلام کے بعد جب ناصر صاحب نے پوچھا کہ حضور آپ کیسے ہیں۔

تو میں خوش ہو گئی کیونکہ یہ تو میرے پیارے حضور کا فون تھا۔آپ سے جو بات ہوئی پہلے اس کا پس منظر بتا دوں۔آپ نے اس سے پہلے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ کلام طاہرؔ کی اصلاح کر رہے ہیں۔اگر میرے ذہن میں بھی کوئی چیز ہو تو لکھ دو۔مجھ جیسی کم علم کو یہ حکم ملا تو اطاعت میں چند مقامات پر نظر ثانی کا لکھ دیا۔آپ نے کچھ تجاویز قبول فرمالیں اور کچھ ردّ کر دیں۔مجھے اپنی جسارت پر ندامت ہوئی اور خط میں معذرت لکھی اس میں یہ جملہ بھی تھا کہ اب میں بچگانہ تبصرے نہیں کروں گی۔یہ سوچ کر کہ میری حماقتیں بار خاطر ہوئیں بہت استغفار پڑھ رہی تھی۔فون آنے پر تھوڑی سی خوفزدہ ہو گئی۔آپ نے ناصر صاحب سے پہلے دفتر کے معاملات اور ترقی وغیرہ کی بات کی پھر صبور کے رشتہ کی بات ہوئی کہ میں اچھی طرح جائزہ لے کر جواب دوں گا۔پھر دریافت فرمایا کہ امۃ الباری سو تو نہیں گئیں۔ناصر صاحب نے مجھے فون دے دیا۔میں نے السلام علیکم عرض کیا آپ نے فرمایا۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ میں نے کہا۔آپ کیا کریں بچگانہ تبصرے گھبرا کیوں

رہی ہیں۔ جو جی چاہے لکھ دیں۔ میری طرف سے اجازت ہے۔

تو مشقِ ناز کر خونِ دوعالم میری گردن پر

اچھا لگتا ہے۔ بے تکلفی سے تبصرے کرنا۔ آپ کے خط بہت دلچسپ ہوتے ہیں۔ الفضل میں آپ کی نظم بھی بہت اچھی تھی۔ اچھا میں کراچی میں ڈش انٹینا سے خطبہ سننے والوں کی حاضری کا جائزہ لے رہا تھا۔ کراچی میں حاضری کم ہے۔ آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے؟

اس اچانک سوال پر ایک دم جو ذہن میں جواب آیا وہی عرض کر دیا کہ فاصلے زیادہ ہیں۔ دو دو دفعہ وقت نکالنا سواری کا خرچ کر کے سینٹرز پر پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ پہلے جمعہ کی نماز کے لئے پھر گھر جا کر خطبہ سننے کے لئے لوگوں کو مشکل لگتا ہوگا۔ ویسے آج گیسٹ ہاؤس میں خواتین کی تعداد 52 تھی۔

اور مرد؟

حضور کا سوال تھا۔

جی حضور مرد تو میں نے نہیں گنے۔

میرے بے ساختہ جواب پر آپ ہنس دیئے۔ آواز میں بہت شگفتگی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ کلام طاہرؒ کی کتابت مکمل ہو گئی۔ فرمایا۔ ماشاء اللہ

میں نے عرض کیا: جلسے والی نظم بھی بھیج دیں۔ فرمایا: وہ تیار بیٹھی ہے آپ کے پاس آنے کے لئے 1952ء میں کہی تھی ابھی فیصلہ نہیں ہوا کہ جلسے پر وہ پڑھی جائے گی یا نہیں بہر حال آپ کو بھیج رہا ہوں۔

اس کے بعد اپنی صحت اور منصور کے رشتہ کے لئے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا مجھے یاد ہے آپ کو خط لکھوں گا۔

فون اُٹھایا تو یہ تم تھے یہ کوئی خواب نہ تھا
آج بھی یاد وہ انمول گھڑی رہتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ہمارے گھرانے پر احسانات

عالمین کے ربّ کی نعماء سے ہر کس و ناکس فیض یاب ہوتا ہے۔ اسی طرح اُس کے نمائندے خلیفۂ وقت کی شفقتیں بھی عام ہوتی ہیں۔ ہمارے گھرانے کے ہر فرد تک آپ کی دعاؤں کی برکتوں کا فیض پہنچا۔

ناصر صاحب سرکاری افسر تھے۔ ہمارے ملک میں سرکاری افسر کو بالعموم جن مسائل کا سامنا رہتا ہے وہ احمدی ہونے کی وجہ سے دوچند ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ترقی میں رکاوٹ بار بار تبدیلیاں اور مخالفت۔ ہر مشکل میں نظریں مشکل کشا کی طرف اُٹھتیں۔ جس کے فضل و کرم سے ہمیں خلافت کی ڈھال نصیب ہوئی اور دعاؤں کی درخواستیں کر کے دل تسلی پاتے۔ حضور انورؒ کو خط لکھ کر یقین ہو جاتا کہ دعائیں قبول ہو گئیں۔

ناصر صاحب کے نام ایک خط میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

"میرا پیارا مولا کریم اپنے خاص فضل و کرم سے آپ کی تمام مشکلات اور پریشانیوں کو دُور فرمائے اور جہاں آپ کا رہنا آپ کے لئے دینی دنیاوی بہتری کا موجب ہو اس کا خود انتظام فرمائے۔ آپ کو اور آپ کے بچوں کو اپنے سایۂ رحمت میں رکھے۔ مقبول خدمت دینیہ کی توفیق بخشے اور دینی دنیاوی ہر قسم کی نعمتوں سے مالامال کرے آمین اللھم آمین۔ 1986-9-20

دعا ایسی قبول ہوئی کہ ناصر صاحب کی خواہش کے مطابق مسلسل کراچی میں ہی رہنے کے سامان ہوتے گئے۔ عزت اور وقار سے عرصہ ملازمت پورا کر کے ریٹائر ہوئے۔ یہ یقیناً حضور کی دعاؤں کا ثمر تھا۔

1989ء کے اواخر کی بات ہے ناصر صاحب کوئٹہ میں بحیثیت جنرل مینجر متعین تھے۔ ان کے خلاف محض مخالفت کی وجہ سے دفتر میں اثر و رسوخ استعمال کر کے مذہبی تعصب پھیلانے کا بے بنیاد کیس بنا دیا گیا۔ درخواست پر عینی گواہوں کے سوڈیڑھ سو دستخط تھے۔ اخبارات میں خبریں آنے لگیں کہ گرفتاری کے لئے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ ہم نے حضور پُر نور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ آپ کو جماعت کی طرف سے بھی اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے دعاؤں سے نوازا اور ہمارا حوصلہ بڑھایا کہ فکر نہ کریں اچھی اطلاعات ہیں۔ بفضلِ الٰہی دیکھتے ہی دیکھتے کیس گویا تحلیل ہو گیا۔ کمشنر صاحب کی مداخلت سے قصہ ختم ہو گیا۔ آپ ہماری خوشی میں شامل تھے تحریر فرمایا۔

"الحمد للہ قریشی صاحب کو اس مصیبت سے نجات ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ان حالات میں آپ سب کو اپنی امان میں رکھے اور ہر قسم کی پریشانیوں سے بچائے اور خوف کی حالت کو امن میں بدل دے۔ آمین"

حضورؒ کی طلسماتی یادداشت کے اَن گنت واقعات ہیں۔ ایک واقعہ جس نے ناصر صاحب کو حیرت زدہ کر دیا۔ یہ 1984ء میں چند منٹ کے لئے حضورؒ سے ملے تھے۔ اس کے گیارہ سال بعد 1995ء میں لندن گئے مسجد فضل میں حضور نے دیکھتے ہی فرمایا۔ 'ناصر صاحب آپ کب آئے؟' ناصر صاحب حیران رہ گئے۔ خدا تعالیٰ جب کسی کو خلافت کے لئے چنتا ہے تو اُسے غیر معمولی قویٰ عطا فرماتا

ہے۔ملاقات میں حضور نے فرمایا۔'باری نے لکھا تھا کہ آپ آئیں گے۔' یہ بھی حیران کن بات ہے۔ناصر صاحب سرکاری دورے پر سویڈن گئے تھے۔واپسی پر لندن جانا تھا۔میں نے ایک خط میں حضور کو لکھا تھا کہ ناصر صاحب کہتے ہیں میں پہلے حضور کو ملوں گا۔ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو لے آئے ہمیں پہلے ملوا دے۔خط کے اس جملے کا ذہن میں رہنا اور عند الملاقات یہ فرمانا کہ 'باری نے لکھا تھا۔' عام انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

ہمارے بچوں کی آپؒ سے محبت کا عالم بھی دیدنی تھا۔آپ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی کراچی کے دورے فرمائے جن میں لجنہ کے لئے علیحدہ وقت رکھا۔ان دوروں سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ کراچی میں رہنے والے بڑے چھوٹے حضور کے دیدار اور آپ کے ارشادات سے فیضاب ہوئے۔اور حضور انور سے بے حد محبت کرنے لگے۔بڑی بیٹی امۃ المصور نے ایم بی بی ایس میں کامیابی کے لئے حضور کو دعا کا خط لکھا جس کا بے حد پیارا شفقت سے بھرپور جواب ملا۔

'اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضلوں سے نوازے۔اپنی رضا اور پیار کے عطر سے ممسوح فرمائے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس دنیا کی حسنات بھی عطا فرمائے اور اُس جہاں کی حسنات سے بھی نوازے اور آپ کے بہن بھائیوں کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔آپ کے والدین کو صحت تندرستی عطا فرمائے اور آپ کو اخلاص محبت اور پیار کے ساتھ ان کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور آپ ان کے لئے قرۃ العین بنتے ہوئے ان کی دعائیں حاصل کرنے والے ہوں۔آمین

27-8-86

اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساری دعائیں قبول فرمائیں۔یہ پیاری بیٹی واقعی قرۃ العین ثابت ہوئی۔جب اس کا رشتہ طے کرنے کا وقت آیا تو بہت مشکل کام لگا۔بڑی بہن آپا امۃ اللطیف صاحبہ نے اپنے چھوٹے بیٹے عزیز زاہد کے لئے رشتہ مانگا۔لڑکا گھر کا، ہر لحاظ سے سعادت مند مگر یہ لوگ کینیڈا منتقل ہو چکے تھے۔بچی کو یکدم اس قدر دور بھیج دینے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔آڑے وقت کا ایک ہی حل حضور پُرنور کو دعا کے لئے لکھ دیا آپ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی۔

'عزیزہ امۃ المصور کے رشتہ پر بڑی خوشی ہوئی۔بہت بہت مبارک ہو۔اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو دونوں خاندانوں کے لئے دونوں جہان کے لئے خیر و برکت کا موجب بنائے۔

گھر کا رشتہ ہے، لڑکا اچھے اخلاق کا ہے اور نیک سیرت اور نیک صورت ہے تو فاصلے کی دوری سے نہ گھبرائیں۔دعا کر کے اگر شرح صدر ہو تو طے کر دیں۔شیخ صاحب کا خاندان خادمِ سلسلہ ہے"۔16-4-89

مولا کریم کے خاص فضل سے رشتہ طے ہو گیا۔خاکسار نے اطلاع دی اور رخصتانہ کے متعلق بھی خط لکھا۔آپ نے ہماری خوشی کو دوگنا کر دیا۔ہر مرحلے پر آپ کی دعائیں شامل حال رہیں۔خط میں اپنائیت کے انداز نے حمد و شکر میں لطف بھر دیا۔

"عزیزہ امۃ المصور کی شادی کی بہت بہت مبارک ہو آپ نے اس کے رخصتانہ کے وقت کا جو نقشہ خط میں کھینچا ہے خصوصاً آپا سلیمہ کا کردار پھر میاں کے جذبات یہ ساری باتیں دل پر گہرا اثر کرنے والی ہیں۔اللہ تعالیٰ بچیوں کو خوشیوں سے معمور زندگی عطا فرمائے۔اور آپ کے بچوں کی جنت آپ کی آنکھوں کو تراوت بخشتی رہے۔میرا خیال تھا کہ بچی کے لئے وہاں تحفہ بھجواؤں مگر جلسہ کی وجہ سے تحفہ بھجوانے میں تاخیر ہو گئی جس کا افسوس تھا اب آپ نے بتا دیا ہے کہ وہ یہاں سے ہو کر جائے گی تو الحمدللہ اب انشاء اللہ ملاقات پر خود تحفہ دوں گا مگر خدا کرے اس وقت یہاں سے گزرے جب میں بھی یہاں ہوں۔

میں نے تو سوچا تھا کہ اس غیر متوقع اچانک خوشی پر باری اور ناصر جب خوش ہوں گے تو میرا دل بھی طمانیت سے بھر جائے گا لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔"

اس خط میں آپا سلیمہ کے کردار کا جو ذکر ہے یہ ایک اچھی بات تھی۔آپا سلیمہ مجھے بیٹیوں کی طرح چاہتی ہیں، آپ نے سمجھایا کہ 'بیٹی کو حوصلے سے رخصت کرنا۔میں نے سات بیٹیاں بیاہی ہیں۔اپنے تجربے سے کہہ رہی ہوں اگلے دن ہنستی کھیلتی آ جاتی ہیں دل میلا نہ کرنا۔ایک فرض کی ادائیگی پر شکر کرتے ہوئے رخصت کرو۔' اور مصور کو سمجھایا کہ 'بچی تمہارے رونے سے امی کا دل بوجھل ہو گا ہمت کرنا اللہ ساتھ دیتا ہے۔بچیوں کو تو اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے۔نبیوں کی بیٹیاں بھی رخصت ہوتی ہیں۔' مجھے اس ہمدردانہ انداز نے بہت متاثر کیا خط میں ذکر کر دیا۔یہ بات حضور کو بھی پسند آئی۔

اگلے مکتوب میں بیٹی کے ساتھ داماد بھی دعاؤں میں شامل ہو گیا۔خط کے آخر میں ایک خوشخبری تھی جو قدرے تاخیر سے پوری ہوئی مگر یہ جملہ تقویت دیتا رہا کہ حضور کی فرمائی ہوئی بات پوری ضرور ہو گی۔خط ملاحظہ کیجئے:۔

'آپ کا اور عزیزہ امۃ المصور کا خط مجھے بروقت مل جاتا تو میں ضرور اس موقع

پر آپ کو اور بچی کو مبارک باد کی تار دیتا تاہم مجھے اُمید ہے کہ شادی کی یہ تقریب ہر لحاظ سے بخیر وخوبی سر انجام پائی ہو گی اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتے کو دونوں خاندانوں کے لئے دونوں جہانوں میں ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور اس جوڑے کو دنیا و آخرت کی حسنات سے نوازے اور یہ گھر ہمیشہ جنت کا گہوارہ بنا رہے... میری طرف سے ناصر صاحب کو محبت بھرا اسلام اور اسی طرح عزیزہ امۃ المصور اور داماد کو بہت بہت سلام و پیار اور مبارک باد دیں غالباً اگلی ملاقات تک آپ نانی بن چکی ہوں گی اللہ آپ کے ساتھ ہو۔'

ہمارے بڑے بیٹے منصور احمد کو حضور نے علم و معرفت میں ترقی اور انسانیت کی عمدہ رنگ میں خدمت کی دعا دی اور تحریر فرمایا۔

"ماشاء اللہ آپ نے ایم بی بی ایس کے امتحان میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کی ہے۔ الحمدللہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز آپ، آپ کے خاندان اور سلسلہ کے لئے بابرکت کرے اور علم و معرفت میں ترقی دے اور انسانیت کی عمدہ رنگ میں خدمت کی توفیق دے آمین۔"

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ منصور ان دعاؤں کے سائے میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ جب اس کی شادی کا مرحلہ آیا تو پتا چلا کہ لڑکی کے لئے ہی نہیں لڑکے کے لئے بھی مناسب رشتہ تلاش کرنا مشکل کام ہے جب مشکل لگا تو حضور پُر نور کو لکھ دیا۔ آپ نے بہت پیارا جواب تحریر فرمایا:۔

"میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ دین و دنیا میں خیر و برکت والا رشتہ ملے اور آپ کی طرح روشن خیال، روشن دماغ اور دین میں مستحکم خاندان ہو۔ آپ خود بھی نظر رکھیں اور کوئی مناسب رشتہ ملے تو مجھے مطلع کریں۔ پھر میں خود ان کے حالات کا جائزہ لے کر آپ کی رہنمائی کروں گا۔ اللہ آپ کے سب بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین۔" 6-5-93

آپ کی خواہش دعا بن کر لگی اور منصور کا رشتہ مکرم محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب کی صاحبزادی فوزیہ سے تجویز ہوا۔ مولانا موصوف نے اپنی طرف سے اجازت لے لی میں نے بھی دعا کی غرض سے خط لکھا تو جواب موصول ہوا۔

"منصور کے لئے عزیزہ فوزیہ سے رشتہ کے متعلق میں تو عرصہ ہوا اپنی پسند کا اظہار کر چکا ہوں.... شوق سے کریں۔ اللہ بے حد مبارک فرمائے اور دونوں جہان کی حسنات سے نوازے آمین۔" 5-12-93

دعاؤں کی دولت سمیٹے یہ شادی مولا کریم کے خاص فضل سے رحمتوں اور برکتوں کے ثمرات کی حامل ثابت ہوئی۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے اللہ تبارک تعالیٰ کا کماحقہٗ شکر ادا کر سکوں۔

ہماری دوسری بیٹی امۃ الصبور ایک سال کی عمر میں بخار کے اثر سے سماعت اور اس کے نتیجے میں گویائی سے محروم ہو گئی۔ خاکسار انتہائی عاجزی سے ہر ایک سے دعاؤں کی بھیک مانگتی۔ حضور انور نے بہت حوصلہ دیا۔ مولا کریم نے دعائیں اس رنگ میں قبول فرمائیں کہ بچی غیر معمولی ذہین اور ہنر مند ہو گئی۔ انٹر کر رہی تھی جب لندن سے حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے بھتیجے کے بیٹے (جس کو آپ نے بیٹا بنایا ہوا تھا) عزیزم عمر نصر اللہ خان کا رشتہ آیا۔ فیصلے میں مشورے اور دعا کے لئے حضور کی خدمت میں درخواست کی۔ آپ نے روحانی باپ کی طرح اس کام کو اپنا سمجھ کر کیا اور مجھے لکھا۔

"عزیزم عمر نصر اللہ خان کو پہلے بھی جانتا تھا۔ اب باقاعدہ رپورٹ منگوائی ہے دعا کر کے تسلی ہے تو کر لیں۔ خاندان بھی اچھا ہے۔ آپ کی رؤیا بھی مبارک ہے۔ لڑکا بھی ہمیشہ سے شریف النفس، قابل اور خود اعتماد ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔" 3-12-92

اُسی دن ایک دوسرے خط پر دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:۔

'عمر نصر اللہ کے متعلق میں نے الگ پیغام بھجوا دیا تھا کہ ماشاء اللہ اچھا لڑکا ہے دین و دنیا ہر لحاظ سے درست۔ اللہ کرے یہ رشتہ طرفین کے لئے دونوں جہان کی حسنات کا حامل ہو اور آپ کے لئے بھی ہمیشہ آنکھوں کی ٹھنڈک بنا رہے۔ آمین۔"

آپ کی اجازت اور دعاؤں کے ساتھ یہ رشتہ ہوا۔ بچی لندن چلی گئی۔ پیارے حضور نے بہت خیال رکھا۔ جب اس کے ہاں پہلا بیٹا ہوا تو آپ بچے کو دیکھنے اس کے گھر تشریف لائے اور اُسی دن خاکسار کو ایک مکتوب دستِ مبارک سے تحریر فرمایا۔ 7-10-98

"آج میں آپ کا نواسا دیکھنے آپ کی بچی کے گھر گیا تھا بہت مزہ آیا۔ ماشاء اللہ دونوں بہت ہی خوش ہیں اور اپنے اپنے آرٹ سے اپنا گھر سجایا ہوا ہے۔ اب جو مشترکہ آرٹ کا نمونہ بیٹے کی صورت میں تخلیق ہوا ہے۔ وہ ماں باپ دونوں کی دلکش آمیزش سے تخلیق پایا ہے۔"

دوسرے بیٹے عزیزم محمود احمد اور چھوٹی بیٹی امۃ الشافی کی شادیاں بھی آپ کی دعاؤں سے بابرکت ہوئیں۔ شافی نے دو دفعہ آپ کا فون ریسیو کیا تھا اس کا ذکر

بے حد خوشی سے کرتی ہے۔ اسی طرح جب اس نے ایم ٹی اے کے لئے ریکارڈنگ میں کام کیا تو حضور انور کی طرف سے حوصلہ افزائی کا خط ملا۔ بچی کے نام خط میں اپنائیت اور پیار کے اظہار کا نمونہ دیکھئے تحریر فرمایا:۔

"اُمید ہے تمہارے ابا کی پریشانیاں ختم ہو گئی ہوں گی اور امی کو لجنہ کے کاموں سے گھر کے لئے بھی فرصت مل جاتی ہو گی لیکن گھر کے لئے فرصت ملے بھی تو شعر سوچنے میں وقت گزر جاتا ہو گا۔ کبھی تمہیں پیار دینے کا موقع ملا ہے یا نہیں۔"

کیسی فراست تھی کہ بچی کو سمجھا دیا کہ امی ابا مصروف ہوں تو زیادہ توجہ نہ ملنے کو محسوس نہ کرے اور ہمیں بھی سمجھا دیا کہ بچوں کا حق ہوتا ہے کہ اُنہیں پیار ملے۔ ہمارے پیارے آقا کی شفقتوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آپ تو ہمارے گھر کے ایک فرد تھے۔

خاکسار کے نام خطوط میں دوسروں کا ذکر
دوسروں کے نام خطوط میں خاکسار کا ذکر

متوقع خوشی کی نسبت غیر متوقع خوشی زیادہ لطف دیتی ہے اچانک کوئی خبر دے کہ حضور انور کا خط آیا ہے اُس میں آپ کا ذکر ہے تو حمد و شکر میں ڈوبی ہوئی خوشی کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ شعبۂ تصنیف و اشاعت کراچی کا کام کرتے ہوئے جن مخلص ساتھیوں نے اس رستے میں کانٹے، پھول اور پھل مل بانٹ کر سمیٹے اُن میں محترمہ حور جہاں بشریٰ داؤد صاحبہ غفر لھا اور محترمہ برکت ناصر صاحبہ سر فہرست ہیں۔ جس بے مثال ہم آہنگی سے ہمیں کام کی توفیق ملی اُسے پیارے آقا نے محسوس فرمایا۔ کچھ اور مانوس ہستیوں کا ذکر بھی رہے گا۔ آپ ساری جماعت کو ایک وسیع کنبہ سمجھتے۔ ایک کے نام خط میں دوسرے بچوں کا ذکر محبت کے دھاروں کو وسیع تر کرتا۔ آپ کے خطوط اتنے لطیف اور شگفتہ ہیں کہ جب بھی ان کو پڑھیں نیا لطف دیتے ہیں۔

محترمہ حور جہاں بشریٰ داؤد مرحومہ کا قابل صد رشک ذکر

20 جولائی 1993ء کو ہماری یہ پیاری محسنہ اچانک ہمارا ساتھ چھوڑ گئی۔ یہ صدمہ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ حضور انور رحمہ اللہ کے لئے بھی دردناک تھا۔ جمعہ کی نماز سے پہلے آپ نے خاکسار کے نام لکھوائے ہوئے خط پر دستخط فرماتے ہوئے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا۔

"عزیزہ بشریٰ داؤد حوری کے دردناک سانحۂ ارتحال سے متعلق آپ کا خط ملا تھا۔ اس پاکباز، فدائی، حسن و احسان کی مرقع بیٹی کی نماز جنازہ غائب کا فیصلہ تو خبر ملتے ہی کر لیا تھا۔ آج بعد نماز جمعہ انشاء اللہ نماز جنازہ ہو گی۔ اقربا، جماعت کراچی اور لجنہ کراچی سے تعزیت کا اظہار خطبہ کے آخر پر کروں گا۔"

23 جولائی کے خطبہ میں آپ نے قابلِ رشک پیارے الفاظ میں مرحومہ کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد 29 جولائی کو خاکسار کے نام مکتوب میں جو خاکسار سے تعزیت فرمائی وہ نہ صرف مرحومہ کے لئے ایک اعزاز ہے بلکہ ادب کا شاہکار بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خوش نصیب کے حق میں حضور کی دعائیں بڑھا کے قبول فرماتا رہے۔ آمین

حضور انور نے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا۔

29-8-93

عزیزہ مکرمہ امۃ الباری ناصر

عزیزہ حوری غفر لہا کے وصال پر آپ کا سسکتا بلکتا ہوا اظہار درد موصول ہوا جو اس مضمون پر حرفِ آخر ہے۔ اس اظہار درد میں کہے ہوئے غموں کے پیچھے اَنْ کہے غم بھی قطار در قطار کھڑے دکھائی دے رہے ہیں۔ اس میں وہ خوابیں بھی ہیں جو نقطۂ تعبیر تک پہنچنے سے پہلے ہی ٹوٹ کر بکھر گئیں اور کچھ تعبیر کی حسرتیں بھی ہیں جیسے کھیل ختم ہو جانے سے پہلے بساط اُٹھا دی جائے تو کیفیتیں بے کیفیوں اور بے چین جھنجھناہٹوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں کچھ ویسا ہی منظر حروف کی چلمن میں سے دکھائی دے رہا ہے۔

دلِ ناصبور کی رگ رگ پھڑکتی ہوئی وہ چیخیں جو دل کے پردے پھاڑ کر باہر نہ آسکیں کیسے یہ اعجاز دکھا گئیں کہ لگتا ہے جیسے فضاؤں کے سینے چیر دیئے ہوں صبر و رضا کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی بے بس اور بے اختیار یہ چیخیں جو ساتھ والے کمرے میں بھی سنائی نہ دیں کیسے سات سمندر پار سنائی دینے لگیں۔ حبسِ دوام پر پیچ و تاب کھاتی ہوئی، بپھرتی، تڑپتی، سر پٹکتی ہوئی دل کی آگ سے کیسے آپ نے اپنے عزمِ تسلیم و رضا کو بچا لیا کہ آنچ تک نہ آنے دی۔ کیسے آپ کی آنکھوں کے سامنے ہر شعلۂ فغاں سسکیوں میں ڈھل ڈھل کر خونِ دل میں سنسنا سنسنا کر بجھتا رہا۔

پاک للہی محبت ہو تو ایسی ہو۔ لیکن ایک آپ ہی تو نہیں جو حور شمائل حوری کی دفعۃً دل شکن جدائی سے ایسا تڑپی ہیں۔ شہر کراچی میں آپ جیسی ہزاروں ہوں گی لیکن نہ اُنہیں شعر کہنے کا ملکہ نصیب، نہ نثر میں اظہار درد کا سلیقہ۔ وہ تو 'فی الخصام'

بھی 'غیر مبین' ہیں۔ اُن کو بھی تو آپ ہی نے زبان دینی ہے اُن کی داستانِ غم بھی تو آپ ہی نے رقم کرنی ہے۔ جب دستِ قدرت، گزرتے ہوئے وقت کی مرہم لگا کر، آپ کے جھلّائے ہوئے صبر کو ذرا قرار بخش دے اور یہ متلاطم پانی ذرا ٹھہر جائے تو حُوری کی پاکیزہ یاد کو ایسا دل گداز خراج تحسین پیش کریں کہ ہر پڑھنے والے کا دل پگھل پگھل کر آستانہ الوہیت کی جانب دعائیں بن بن کر بہنے لگے۔

جانے والی کا خیال تو بہت دیر اُن کو ستاتا رہے گا جو اس کے ساتھ رہیں مجھے تو پیچھے رہنے والوں کا غم لگ گیا ہے۔ داؤد اور اُن معصوم بچوں کا غم جن کی پیاری باتوں کا ذکر میری زبان سے سنتی تھیں تو حُوری کا دل کھکھلا اُٹھتا تھا۔ مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب کا غم تو ایسا دل میں آن بسا ہے جیسے اپنے گھر میں آ بیٹھا ہو۔ ایک ادنیٰ سی بھی اجنبیت نہیں۔

آپ نے ٹھیک یاد دلایا ہے کہ یہ فقیروں کے سے غم میرے محسن ہیں جو دل کو ایک شرف عطا کر جاتے ہیں لیکن بعض غم یہ شرف عطا کر کے چلے نہیں جاتے بلکہ وہیں ایک گوشے میں دھونی رما کر بیٹھ رہتے ہیں اور محض دھیان کی جوگنیں ہی نہیں بلکہ بعض خطوں کی جوگنیں بھی راگنی بن کر آتی ہیں اور رات بھر احساس کے دُکھتے ہوئے تار چھیڑتی ہیں۔ اللہ سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صبر جمیل کا لامتناہی اجر بھی۔

آپ نے تصور کی پریاں روشنائی کے شیشے میں اُتار دی ہیں کاش حوری بھی آپ کا یہ خط پڑھ سکتی ہر فقرے کے جھونکے سے اُس کی روح اہتزاز کرتی۔ پتہ ہے میں نے کیا دعا کی ہے؟ اگر روحوں کو دلوں میں جھانکنے کی توفیق مل سکتی ہے تو اللہ اس کی روح کو یہ توفیق بخشے کہ اپنے سب پیاروں کے دلوں میں جھانکا کرے۔

والسلام۔ مرزا طاہر احمد" 93-9-3

محترم عبید اللہ علیم صاحب کا محبت بھرا ذکر خیر

پہلے یہ ذکر آچکا ہے کہ حضور انور نے اپنی نظم ع

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے

اپنی آواز میں پڑھ کر علیمؔ صاحب اور خاکسار کو بھجوائی تھی۔ ایک مکتوب میں اسی بات کے تسلسل میں آپ نے علیمؔ صاحب کا بہت محبت سے ذکر فرمایا تحریر ہے:۔

"آپ کو اور مکرم عبید اللہ علیم صاحب کو یہ نظم بھجوانے میں حکمت یہ تھی کہ آپ دونوں چونکہ اس کیفیت سے بخوبی آگاہ ہیں جو شعر ڈھلتے وقت دل کی ہوتی ہے اس لئے آپ کو میری آواز میں یہ نظم سن کر صحیح اندازہ ہو سکے گا کہ کس قلبی کیفیت نے اس نظم کا روپ دھارا۔ اس سے زیادہ کوئی مقصد نہیں تھا۔ ورنہ عبید اللہ صاحب علیمؔ کو ترنم سے نظم پڑھ کر بھجوانا تو ایک خلافِ حکمت بات تھی۔ ان کو تو خدا نے ایسی دلکش آواز اور ترنّم کے زیر و بم پر اختیار عطا فرمایا ہے کہ ان کو تو یہ نظم ترنم کے نمونہ کے طور پر بھجوانا ایک مضحکہ خیز بات ہوتی۔ یہ نظم بعد میں کسی وقت گلے کی بہتر حالت کے وقت بہتر رنگ میں بھی ادا ہو سکتی تھی مگر مشکل یہ تھی کہ عزیزم قمر سلیمان کو دوسرے دن ربوہ واپس جانا تھا۔ اگر اُن کے جانے سے پہلے کیسٹس تیار نہ ہو جاتیں تو اسیر انِ راہِ مولا کو نہ بھجوا سکتا۔ دراصل یہ ان کی امانت تھی۔ اُمید ہے ان تک پہنچ چکی ہو گی....

عزیزم عبید اللہ صاحب علیمؔ کو بھی بات سمجھا دیں۔ ورنہ وہ بیچارے حیران بیٹھے رہیں گے کہ یہ مجھے کیا سوجھی ادب، محبت اور اخلاص کا پتلا ہیں طبعی ردِّ عمل کو ذہن کے پردے پر الفاظ میں ڈھلتا دیکھ کر بھی گھبرائیں گے۔ لیکن اصل نیت معلوم ہو جائے تو سب اُلجھن ختم ہو جائے گی پچھلے دنوں بعض مشاعروں کی کیسٹس سننے کا موقع ملا۔ ان کا کلام سُنتے ہوئے بعض دفعہ قلم توڑنے کے محاورہ کی حقیقت سمجھ آجاتی ہے اور یہ بات کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں رہتی۔

میرے نزدیک تو اس دور کے تمام شعراء میں آسمانِ شعر و ادب میں ان سے بلند پرواز کرنے والا اور کوئی شاعر دکھائی نہیں دیتا۔ بعض اُڑانوں نے تو ہفت آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے۔ کئی دفعہ سوچا اُن کو خط لکھنے کا مگر پھر اتنا لکھنا پڑے گا اور پھر بھی سیری نہ ہو گی تو کیا فائدہ۔ بہتر ہے آپ ہی کی معرفت یہ دو حرفی پیغام بھیج کر کم از کم ان کا یہ مسئلہ تو حل کر دوں کہ اب تک خاموش کیوں ہوں۔ اسے جبر و اختیار کا مسئلہ ہی سمجھ لیں مگر بندے میں یہ طاقت کہاں کہ آغاز سے اُٹھائے اور انجام تک کے سب مراحل طے کر ڈالے۔" 93-10-3

مکرم احمد ندیم قاسمی صاحب کا ذکر

"احمد ندیم قاسمی کی تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی۔ وہ فرضی باتیں کرتے ہیں۔ احمدیوں پر تو اُنہیں کبھی رحم نہیں آیا اور نہ کبھی انہوں نے جرأت سے ان کی ہمدردی کی ہے۔ لیکن دعوے ان کے بنی نوع انسان کی ہمدردی کے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو انہیں عقل دے۔" 01-5-2

محترم نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل ربوہ

"آپ نے لکھا ہے کہ اعتراض والی نظم کا ایک شعر سیفی صاحب کی سنسر

شپ کی زد میں آ گیا۔اس شعر کو شائع نہ کرنے کی حکمت تو مکرم سیفی صاحب سمجھتے ہوں گے لیکن ایسا کرنے سے وہ خود بھی آپ کے اعتراض کی زد میں آ گئے۔اصل بات یہ ہے کہ مکرم سیفی صاحب ماشاء اللہ بڑی ذہانت سے الفضل کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں ورنہ الفضل کبھی کا بند ہو چکا ہوتا۔اگر الفضل ماہ بماہ چھپتا تو بلاشبہ سیفی صاحب بھی 'ماہ لقا' کہلوانے کے مستحق ٹھہرتے لیکن الفضل تو روزنامہ ہے اور سورج کی طرح روز ان کے خوبصورت کلام کے آئینہ میں اُن کی لقاء الفضل کے شائقین سے کرواتا ہے۔اس پہلو سے ان کا چیں بجبیں ہونا تعجب کی بات نہیں۔وہ سمجھے ہوں گے کہ شعر کا مصداق وہ خود ہیں لیکن 'ماہ لقا' لکھ کر ان کو اصل مقام سے گرا دیا گیا ہے جو مہر لقا یا خورشید لقا ہونا چاہیے تھا انہوں نے ویسی بات کی ہے جیسے غالبؔ کے شعر میں ہے ؎

یوسف اس کو لکھوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی
اس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

افسوس کہ آپ کے شعر کی خیر نہ ہوئی۔"

محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ اور شعبہ تصنیف واشاعت کی خادمات کا ذکر خیر

"آپ اور آپ کی ساتھنیں بہت عمدہ خدمت بجالا رہی ہیں ماشاء اللہ اللّھم زد وبارک۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔اور بیش از بیش خدمت کی توفیق دے۔آپا سلیمہ میر صاحبہ کو خاص طور پر دعا میں یاد رکھتا ہوں اور آپ سب کو بھی۔اللہ تعالیٰ ان کو عمر میں برکت دے۔"

"بچوں کے لئے کتب کا پروگرام بہت اچھا ہے۔بڑا پسند آیا ہے اور دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی ہے۔اللہ تعالیٰ ان مساعی کا اجر دے اور مثبت نتائج بر آمد ہوں سب لکھنے اور کام کرنے والیوں کو خاص طور پر میری طرف سے محبت بھرا سلام دیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

"میں آپ اور آپ کی معاونات کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنی پیار کی نظر رکھے اور ہمت و توفیق بڑھائے اور دین کے کاموں کی جو چاٹ لگ گئی ہے اس میں مزید جلا بخشے اور بیش از پیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور کام کے نتائج حیرت انگیز طور پر خوش کن ہوں۔عزیزہ برکت ناصر صاحبہ، رفیعہ محمد صاحبہ طیبہ بشیر صاحبہ اور امۃ الکریم صاحبہ اور جن کے نام آپ سے رہ گئے ہیں لیکن خلوص سے کام کرتی ہیں ان سب کو میری طرف سے شاباش اور محبت بھرا سلام اور ڈھیروں دعائیں خدا حامی و ناصر ہو۔1-7-99"

محترمہ برکت ناصر صاحبہ کے نام خطوط میں خاکسار کا ذکر اور دعائیں

دستِ مبارک سے تحریر فرمایا۔

"آپ عطر کا تحفہ جو چھوڑ گئی تھیں اس کے ساتھ ایک چِٹ پر عطر سے کہیں زیادہ معطر شعر لکھے ہوئے تھے۔آپ کو تو عزیزہ امۃ الباری کی مدد کے بغیر شعر ٹھیک سے پڑھنے بھی نہیں آتے۔آپ نے کیسے ایسے اچھے، سادہ مگر بہت پُر اثر شعر کہہ لئے؟ جذبات تو صاف پہچانے جاتے ہیں کہ آپ کے ہیں۔شعر ضرور امۃ الباری سے آرڈر پر بنوائے ہوں گے۔بنانے اور بنوانے والے دونوں شکریہ کے لائق ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اللہ نے اتنی پیاری محبت کرنے والی ہر آواز پر لبیک کہنے والی جماعت کا مجھے خادم بنایا ہے۔شکر ادا کرتے کرتے مر بھی جاؤں تو شکر کا حق ادا نہ ہو۔"

۱۴۔۱۰۔۹۰

"آپ دونوں ہی خدا کے فضل سے مسز ناصر بھی ہیں اور بہت سی باتوں میں ہم مزاج بھی ہیں اور ہم پیالہ بھی ہیں مگر شرابِ معرفت کی ہم پیالہ اور جب لجنہ کے دفتر جاتی ہیں تو پتلی دال میں ہم نوالہ بھی ہو جاتی ہیں۔آپ کو جو یہ پریشانی ہے کہ ایک دوسرے کا اشتباہ ہو جاتا ہے تو فرق یوں ہو سکتا ہے کہ ایک اچھی نظمیں کہنے والی اور ایک اچھی نظمیں پڑھنے والی مسز ناصر ہیں۔باقی آپ لوگوں کے کام سے بہت خوشی ہوتی ہے آپ دونوں ہی مسلسل محنت سے اپنے دائرے میں خوب خدمت کی توفیق پارہی ہیں۔اللّھم زِد وبارک

نظمیں کہنے والی مسز ناصر کے بچوں کی شادی کی تصویر میں اور پاکیزہ گھریلو ماحول میں بے تکلفی سے کھینچی ہوئی تصویر دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی ہے ماشاء اللہ خدا نے اس خاندان کو صرف باطنی صفات سے ہی نہیں نوازا۔اللّھم زد و بارک ۔نظمیں پڑھنے والی مسز ناصر کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ورثہ میں اچھی آواز دی ہے ماشاء اللہ۔چشم بد دور۔لیکن ان کے بچے تو غالباً اکثر ہی چھوٹے ہیں ان کے لئے میری یہی دعا ہے۔ ع

بڑھیں یہ جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

خدا کرے کہ بشارت کا یہ جھونکا آپ کے لئے بھی شمشاد تک جا پہنچے اور سب بچوں کی طرف سے آپ کو آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو....اپنے میاں اور عزیزوں کو اور ہم نواؤں ہم پیالوں اور اگر لجنہ خصوصیت سے پیش نظر ہو تو ہم

پیالیوں اور ہم اداؤں کو محبت بھرا اسلام اور پُر خلوص دعائیں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو اور دونوں جہاں کی حسنات سے نوازے اور آپ سے ہمیشہ راضی رہے آمین۔"

23-12-94

"آپ کا خط ملا، فصاحت وبلاغت اور خیالات کی جو پاکیزگی اور اُڑان اس میں دکھائی دی اس سے پہلے تو میں سمجھا تھا کہ یہ باری کا خط ہوگا لیکن جب دیکھا تو آپ کا خط نکلا ماشاء اللہ۔ چشم بد دور باری جتنا اچھا شعر کہہ سکتی ہیں آپ اُن سے کم نثر نہیں لکھتیں"۔ 94-3-23

عزیزم آصف محمود باسط صاحب

خاکسار کے بھتیجے، اُبھرتے ہوئے شاعر عزیزم آصف محمود باسط کے نام حضورؒ نے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا۔

"تمہاری پھوپھی امۃ الباری ناصر کو جو کبھی ایک آدھ خط لکھ دیتا ہوں تو اس لئے نہیں کہ وہ مطالبے کرتی ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ یہ خط اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے کماتی ہیں۔ ایک لمبے عرصے سے جس دُھن اور لگن اور ثابت قدمی سے وہ لجنہ کراچی میں قابل تحسین خدمات سرانجام دے رہی ہیں وہ اپنی جگہ اور اس پر مستزاد ان کے منجھے ہوئے کلام کی انفرادیت اور جذب و اثر جو خود ہی مجھ سے تقاضا کرتے ہیں کہ کبھی کبھی اُن کی حوصلہ افزائی کروں جو اُن کی سکینت کا موجب بنے۔ 27-10-91 "

مکتوب بنام محترمہ آپا سلیمہ میر صاحبہ

یکم مئی 1991ء ‘خوش نصیب کہ ہم میزبان تھے اُن کے’ (میں نے اس عنوان میں صرف اتنا تصرف کیا ہے کہ میزبان کو مہمان میں بدل دیا ہے) پڑھا ہے دل کی عجیب کیفیت ہے۔ لاہور، اسلام آباد، راولپنڈی، شیخوپورہ، کراچی، حیدر آباد، میر پور خاص، ناصر آباد وغیرہ کے سفر کے دوران کہیں تھوڑا کہیں زیادہ ٹھہرنے کا موقع ملتا تھا۔ وہ بھی ہمیشہ تھوڑا ہی معلوم ہوا۔ آن کی آن میں وقت گزر جایا کرتا تھا۔ یہ مضمون پڑھتے ہوئے وہ سب یادیں ہجوم در ہجوم اُمڈ آئیں۔ جوں جوں پڑھتا گیا دل گداز ہوتا گیا اور پانی برستا رہا۔

کس نے اتنا اچھا مضمون لکھا ہے۔ اتنا سلجھا ہوا۔ اتنا متوازن، اتنا شُستہ، مسکراہٹوں کے ریشم میں درد لپیٹے ہوئے۔ سنجیدہ باتوں کے ہمراہ اُن کی انگلیاں پکڑے ہوئے ہلکی پھلکی لااُبالی باتیں بھی کم سِن بچیوں کی طرح ساتھ ساتھ چلتی دوڑتی دکھائی دیتی تھیں۔ تحریر تو امۃ الباری سلمہا اللہ کی دکھائی دیتی ہے لیکن لگتا ہے کہ آپ کی ساری عاملہ نے مل جل کر لکھوایا ہے کچھ مشورے باہم ضرور ہوئے ہوں گے جو اتنے رنگوں میں اثباتِ بہار ہوا ہے۔"

جستہ جستہ خطوط سے دلچسپ اور مفید اقتباسات

ٹی وی ذرا دور رکھ لیں

بات میں بات نکال کر ہلکے پھلکے انداز میں جواب دینے میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ ایک دفعہ رباعی کہی تھی۔ میں کہنا چاہتی تھی کہ اللہ پاک جتنے بڑے بڑے احسان فرماتا ہے وہاں تک تو ہمارے تصور اور دعا کی بھی پہنچ نہیں ہوتی جیسے ہم ایک گھونٹ مانگیں وہ خم خانہ تھما دے۔ مگر میرے الفاظ کے چناؤ میں جھول تھا جو حضور نے پکڑ لیا۔ رباعی یوں تھی۔

روز اک گھنٹے ملاقات کا سوچا بھی نہ تھا
یہ ہے جس خواب کی تعبیر وہ دیکھا بھی نہ تھا
اب تو وہ چاند اُتر آیا مرے کمرے میں
قرب مانگا تھا مگر اتنا تو مانگا بھی نہ تھا

آپ نے تحریر فرمایا:

"خط کے آخر پر آپ نے جو رباعی لکھی ہے ماشاء اللہ بہت پیاری ہے۔ آخری مصرع کا جواب آپ کے اپنے اختیار میں ہے ٹی وی ذرا دُور رکھ لیا کریں۔ بہر حال رباعی اچھی ہے۔"

شادی پر تحائف میں تکلف

28-3-93 "آخر میں ایک ضروری گزارش کرنی چاہتا ہوں۔ اُمید ہے رنجیدہ خاطر ہوئے بغیر اس پر عمل فرمائیں گے۔ شادی کے تحائف ایک رسم ہی اختیار کرتے جا رہے ہیں اس لئے میری دلی خوشی اس بات میں ہوگی کہ آپ پُر خلوص دعا کے تحفہ پر ہی اکتفا فرمائیں۔ ورنہ میرے دل پر بوجھ پڑے گا۔ دعا کے تحفہ پر تو دل بوجھل ہونے کی بجائے ہلکا ہو جاتا ہے۔ تکلفات سے پاک یہ بے تکلف اظہار خیال کر رہا ہوں خدا کرے کہ کسی نازک طبع پر گراں نہ گزرے۔"

قیمت ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے

9-2-93 "آپ نے تو بل نہیں بھیجا لیکن میں چھپی ہوئی قیمتوں کا میزان لگوا کر بھجوا رہا ہوں جب میں کوئی چیز خود کہہ کر منگواؤں تو قیمت ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اُمید ہے میری یہ روایت توڑنے پر اصرار نہیں کریں گی۔ کریں گی بھی تو رتّی برابر فائدہ نہ ہوگا۔ پیسے تو سب وصول کرنے پڑیں گے آپ نے جس خلوص اور

برق کی سی تیزی سے بھجوائی ہیں میرے لئے وہی تحفہ بہت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے آمین۔"

صبر آزما جدوجہد

6-2-92 "آصفہ بیگم کی طبیعت پہلے سے تو قدرے بہتر ہے مگر ابھی بیماری نے اپنا قبضہ نہیں چھوڑا ایک صبر آزما جدوجہد سامنے پڑی ہے جس کا عرصہ چھ ماہ سے ایک سال بتاتے ہیں۔ لجنہ کراچی کو کبھی کبھی دعا کے لئے یاد کرواتی رہیں جزاکم اللہ۔"

22-3-92 "بی بی کی طبیعت کچھ صحت کی طرف مڑی ہے۔ شفا دعا سے نہیں بلکہ اعجاز سے ہوگی۔"

شگفتگی سے نصیحت

20-10-93 "لجنہ سے خطابات شائع کروانے کا شکریہ۔ مجھے اس کا ایک نسخہ ملا تھا۔ وہ بھی اب نہیں مل رہا کہیں غائب ہو چکا ہے۔ نہ پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کو نظر آرہا ہے نہ مجھے۔ زیادہ نسخے بھجوانے چاہیے تھے۔ ویسے سنا ہے کہ آپ نے زیادہ بھیجے تھے لیکن لانے والے 'وِچ وٹ' کے کھا گئے۔"

مجھے بھی ضیاع سے تنافر ہے

"معلوم ہوتا ہے کہ آج کل لجنہ اماء اللہ نے بچت کی مہم شروع کر رکھی ہے مجھے بھی ضیاع سے تنافر ہے حتی المقدور کاغذ کا ہر پرزہ بھی ضائع ہونے سے بچا سکوں تو بچاتا ہوں۔ پس آپ نے اپنے خط کے دوسری طرف لجنہ کی تصویر کا دوسرا رخ مرتسم کر دیا تو بہت اچھا کیا لیکن دونوں رُخ ماشاء اللہ ہم مزاج اور ہم صورت ہیں۔ آپا سلیمہ صاحبہ کو میری طرف سے بہت محبت بھرا سلام دے دیں اگر اصل خط ان کا ہوتا اور آپ نے اس کے پیچھے لکھا ہوتا تو میں ان کے ذریعے آپ کو جواب دیتا اب آپ کے ذریعے ان کو دے رہا ہوں۔"

رُوبرو بٹھا کر

"بُرا نہ منائیں۔ رسمی جواب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ دستخط کرتے وقت حسرت سے دیکھتا رہ جاتا ہوں کہ جن بے چاروں کو یہ جواب ملیں گے ان کی پیاس کیسے بجھے گی۔ وہ جو اتنے پیار سے اتنی محنت سے خط لکھتے ہیں ایسے رسمی جواب ان پر کتنا ظلم ہے مگر میں کر کچھ نہیں سکتا بس چلے تو ہر ایک کو روبرو بٹھا کر جواب لکھوں۔"

دلداری

آپ نے تحریر کیا ہے کہ اب میں کسی شعر پر بچگانہ تبصرہ نہیں کروں گی۔ آپ بچگانہ تبصرے بے شک کیا کریں۔ اچھا لگتا ہے۔ خلوص کے ساتھ کی ہوئی بچگانہ حرکتیں کیسے بُری لگ سکتی ہیں۔ مگر بچگانہ تبصروں پر اصرار نہ کیا کریں اور اگر نہ مانوں تو ناراض نہ ہو جایا کریں۔

باندھا ہے ترے نام کا اک باب علیحدہ

"آپ نے میری ساری ڈاک پڑھنے اور اس میں سے پیار بھرے جملے جمع کرنے کی خواہش کا اظہار بڑے شوق سے کیا ہے۔ عقیدت اور محبت کے پُرخلوص جذبات پر مشتمل ایسے خطوط میں سے خود اپنے خطوں تک تو بہر حال آپ کی رسائی موجود ہے۔ اور وہی پورا باب بن جائیں گے۔ یہ ایک باب ہی بہت کافی ہے ورنہ مکمل کتاب کے لئے تو پھر بہت لمبے وقت اور محنت کی ضرورت ہوگی۔ بعض ایسے خط جن کا آپ نے ذکر کیا ہے میں الگ رکھتا ہوں لیکن اب تو ان کے بھی ڈھیر بن گئے ہیں۔ کسی وقت فائزہ کے سپرد کروں گا کہ ان کو سلیقہ سے الگ الگ کر کے فائل کر دیں۔ لیکن اگر میں پاکستان میں ہوتا تو آپ سے بھی یہ کام لیا جا سکتا تھا۔ 6-5-93"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ایک خواہش پوری ہونے کے سامان

26 ستمبر 1993ء کے الفضل میں خاکسار کا ایک مضمون شائع ہوا جو محترمہ حور جہاں بشریٰ صاحبہ کی یاد میں لکھا تھا۔ اُس میں ایک واقعہ لکھا تھا کہ بشریٰ نے ایک بے ماں کی بچی کا جہیز چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کا خیال رکھ کر بنایا تھا۔ اُن دنوں اشاعت کا بہت کام تھا۔ میں نے اُسے کہا تم کیا گوٹے ٹکانے کے چکر میں پڑ گئی ہو ہمارے بہت کام ہیں۔ بشریٰ نے جواب دیا۔ اس بچی کی ماں نہیں ہے مجھے خیال آیا کہ پتہ نہیں اپنی بچی طوبیٰ کی شادی کے وقت میں ہوں گی یا نہیں، کوئی اور جہیز بنائے گا۔ 'اچھا اچھا بس کرو سے بات بس ختم ہوگئی لیکن چند ہفتوں کے بعد بشریٰ اپنی ساڑھے نو سال کی بچی کو چھوڑ کر اپنے خالق ومالک کے حضور حاضر ہوگئی تو مجھے یہ بات یاد آئی۔ میں نے مضمون میں لکھ دی مضمون بہت لوگوں نے پڑھا ہوگا مگر اُس ہستی نے جو ہر ایک کے غم کو اپنے دل میں جگہ دے دیتی تھی۔ یہ مضمون پڑھ کر خاکسار کو لکھا۔

'عزیزہ حوری کے متعلق آپ کا جو مضمون 26 ستمبر کے 'الفضل' میں شائع ہوا وہ یاد رفتگاں کے باب میں ایک قیمتی مضمون ہے۔ یوں لگتا ہے دل کے احساسات از خود فقروں میں ڈھلتے چلے گئے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

اس مضمون میں آپ نے عزیزہ حوری کی بیٹی طوبیٰ کی شادی کے متعلق جس خواہش کا اظہار کیا ہے اللہ اُسے ان کی توقعات سے بڑھ کر زیادہ عمدگی کے ساتھ پورا فرمائے....جب اس کی شادی ہونے والی ہو تو مجھے بھی بتا دیں تا کہ میں بھی اس کی خوشیوں میں شامل ہو سکوں۔ اللہ اپنے فضل سے اسے ہمیشہ خوش و خرم رکھے....باقی مضمون بہت عمدہ ہے۔ اللہ جزا دے۔''

16-11-1993

1993ء کی یہ بات 2005ء میں مجھے بہت یاد آئی جب معلوم ہوا کہ عزیزہ طوبیٰ کی شادی ہونے والی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے دل میں یہ خواہش پیدا کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو طوبیٰ کے لئے دعا کے لئے لکھ دوں۔ خط میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خط کا حوالہ دیا تھا اور دعا کے لئے لکھا تھا۔ چند دن بعد حضور انور کا اسپین سے پیغام ملا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اُن کی طرف سے بچی کو خود جا کر شادی کا تحفہ پیش کروں۔ یہ تحفہ ایک خطیر رقم تھی جو میں نے جا کر حضور کی طرف سے اس خوش نصیب بچی کو پیش کی۔ اس موقع پر بشریٰ داؤد بہت یاد آئی اور اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے جذبۂ صادق کی قدر آئی جسے مولا کریم نے اس طرح نوازا کہ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دل میں اُن کے احساس کو منتقل کیا اور آپ نے فراخ دلی سے جانے والے خلیفہ کے دل کی خواہش پوری کی۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ میں نے خط کا صرف حوالہ دیا تھا۔ اصل تحریر نہیں بھیجی تھی پھر بھی آپ نے اُن کے نیک جذبے کی قدر فرمائی جس سے میں بہت متاثر ہوئی اور خوشی بھی بہت ہوئی کہ دونوں جانے والوں کی رُوحوں کو سکون نصیب ہوُا ہو گا۔

میرا پیار اُن کی خاطر دعا بن گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطوط سے دعائیہ جملے میری سب سے قیمتی دولت ہیں۔ دنیا و آخرت میں میری ڈھال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے عرض گزار ہوں کہ میں تو گنہگار ہوں پیش کرنے کے لئے کچھ نہیں۔ آپ کی دعاؤں کے صدقے بخشش نصیب ہو، آمین اللّھم آمین ۔

بڑی عاجزی سے میں سر کو جھکائے خدا سے یہی اک دعا مانگتی ہوں
میرے آقا کی ساری دعائیں ہوں پوری، علاوہ ازیں چاہیے اور کیا ہے؟

برادرم شمس الدین صاحب اسلمؔ مرحوم از محمد اجمل شاہدؔ سابق امیر و مشنری انچارج نائیجیریا

برادرم شمس الدین اسلمؔ ماہ فروری میں اپنے خاندان میں بچوں کی شادی میں شرکت کے لئے اپنے بیٹے احمد اسلم کے ساتھ پاکستان میں اسلام آباد اَور پشاور گئے تھے۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد طبیعت کی خرابی کے باعث ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ کی علالت کے بعد ۱۲/ اپریل ۲۰۱۷ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ آپ کا جنازہ پشاور سے لاس اینجلز لایا گیا اَور ۲۰/ اپریل ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ وہاں پر قطعہ موصیان بعد نماز جنازہ تدفین عمل میں آئی جس میں جماعت کے افراد کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ تقریباً تین سال قبل آپ کی رفیقۂ حیات محترمہ پروین اسلم صاحبہ وفات پا گئیں تھیں اَور اُن کی تدفین اسی قطعہ میں ہوئی تھیں۔ مکرم اسلمؔ صاحب کی خواہش کے مطابق ان کی تدفین بھی اسی قبرستان میں اُن کے قریب ہی ہوئی۔ اللّٰھم اغفرہ' وارحمہ'۔ برادرم مکرم کی تقریباً تمام زندگی جماعت کی خدمت میں صرف ہوئی۔ خاکسار سے آپ کا پہلا رابطہ کراچی میں ہوا تھا۔ وہاں آپ مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے فعّال رکن اَور کارکن تھے۔ 1961ء میں جب خاکسار کا تقرر پشاور میں ہوا تو اسلمؔ صاحب کراچی سے تبدیل ہو کر پشاور آ گئے اَور خدّام الاحمدیہ کے فعّال کارکن تھے۔ جب قائد مجلس سعید احمد صاحب کا پشاور سے تبادلہ ہوا تو اُن کی جگہ آپ قائد منتخب ہوئے۔ آپ نے یہ خدمت کئی سال تک خوب ادا کی۔ اس کے بعد جب 1968ء میں آپ انصار اللہ کی تنظیم میں شامل ہوئے تو اپنی ملازمت سے 2004ء میں فراغت تک انصار اللہ پشاور کے زعیم اَور اُس کے بعد پورے صوبہ کے ناظم کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ اس دور میں ماشاء اللہ پشاور کی مجلس مثالی تھی اَور تعلیمی، تبلیغی اَور تربیتی تمام میدانوں میں پیش پیش تھی۔ اس عرصہ میں ایک عرصہ تک آپ نائب امیر اوّل صوبہ پختونخوا رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ امریکہ میں آ گئے اَور یہاں تقریباً نصف صدی کے بعد ہماری ملاقات ہوئی اَور آپ کے اصرار پر ہم نے مل کر تاریخ احمدیت صوبہ سرحد مرتّب کرنے کا منصوبہ بنایا جس کی تحریک حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے کی تھی۔ الحمد للہ ہمیں احمدیت کا نفوذ صوبہ پختونخوا میں کی پہلی جلد 2012ء میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جلد دوم منظوری کے مراحل سے گذر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی جملہ خدمات کو قبول فرمائے اور اُن کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اَور اُن کی اولاد کو بھی ان کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔ آمین۔